تیل کے چور

مصنف اکرم الہ آبادی

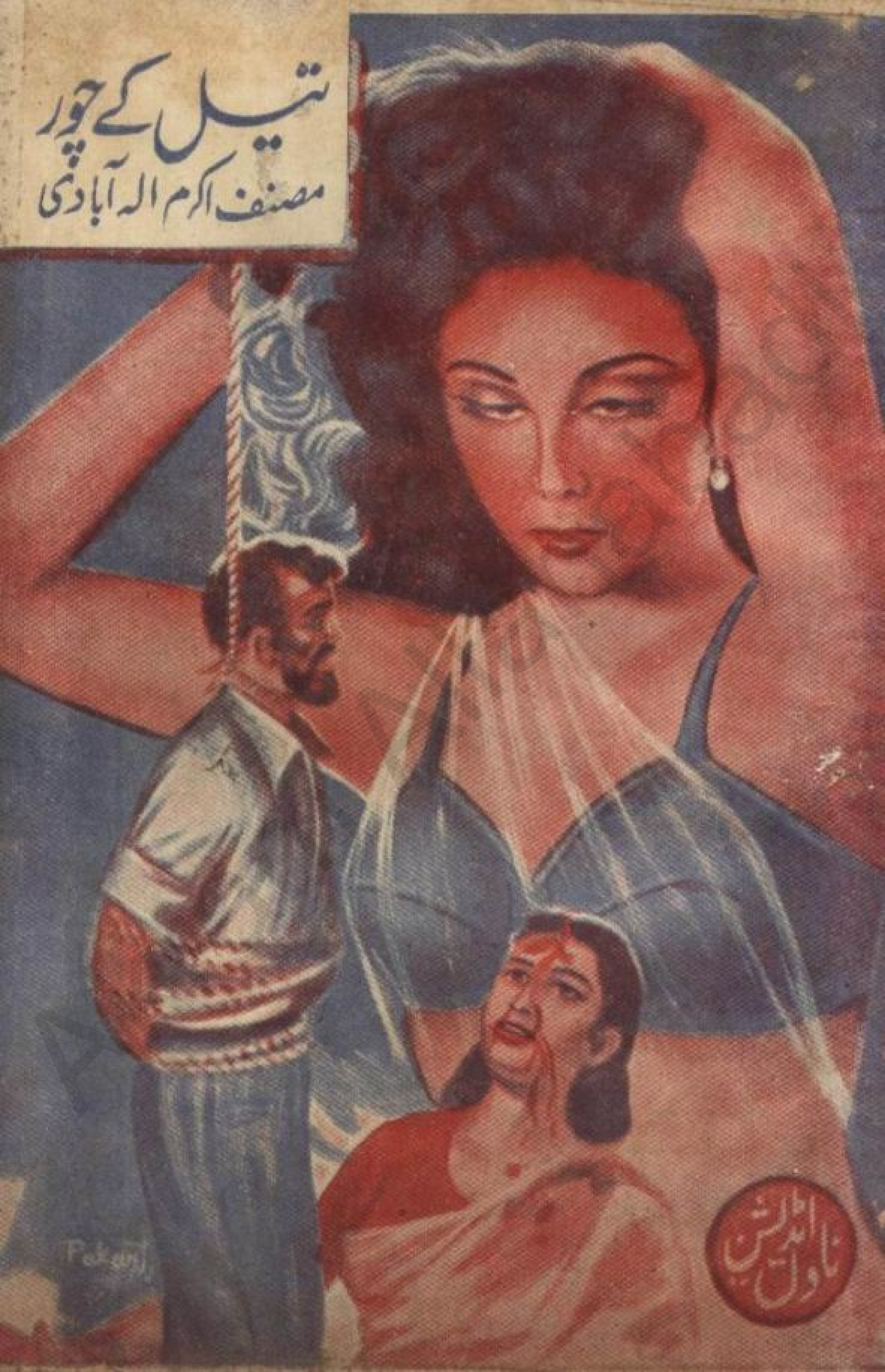

جاسوسی دائرہ سیریز

تیل کے چور

اکرم الہ آبادی

Akram Allahabadi

فرحت پبلیکیشنز۔ممبئی۔انڈیا

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں

اس ناول میں شائع ہونے والے تمام واقعات،
مقامات و کردار فرضی ہیں۔ اس سے کسی طرح
کی مطابقت محض اتفاقیہ ہے۔جس کی مصنف،
پبلشر و پرنٹر پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔

اس ناول کی دوبارہ اشاعت، ترجمے یا کسی اور مقصد سے استعمال کے
لئے پبلشر کی تحریری اجازت ضروری ہے ورنہ قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔

Akram Allahabadi

پرنٹر: ----ممبئی۔انڈیا

تیل کی چوری

وزٹنگ کارڈ پر لکھا تھا: ٹیکسیو ریٹی آفیسر نیشنل اسٹینڈرڈ آئل کمپنی'۔

''ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ، میں ابھی آتا ہوں۔'' سپرنٹنڈنٹ خان نے کارڈ دیکھ کر اپنے ملازم غلام رسول کو ہدایت کی اور وہ سر ہلا کر چلا گیا۔

نو وارد کو، جو کوئی ہندوستانی ہی معلوم ہوتا تھا، لیکن جس نے فوجی افسروں جیسی گرم وردی پہن رکھی تھی، غلام رسول نے اندر بلا کر ڈرائنگ میں بٹھا دیا۔

وہ کافی پریشان نظر آرہا تھا۔ نہ صرف اس کے چہرے کی کیفیت، بلکہ بار بار صوفے پر پہلو بدلنے سے بھی معلوم ہوتا تھا کہ وہ بے چین ہے۔ کبھی اس کی نگاہیں دیوار گیر کلاک پر جا پڑتیں اور کبھی اندرونی دروازے کے پردے کی طرف۔ پھر اس نے اکہرے بدن کے خوبصورت سے جوان آدمی کو اندر سے نکلتے دیکھا اور احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔

''اررر، بیٹھیے بیٹھیے، تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔'' اس نے اسے کندھوں سے تھام کر پھر صوفے پر بٹھا دیا۔

''آپ ہی خان صاحب ہیں نا، محکمہ خفیہ کے سپرنٹنڈنٹ؟'' نو وارد نے انگلی سے اس کے چہرے کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

''خاکسار کو چھوٹے خان کہتے ہیں، بڑے خان صاحب ابھی تک اندر ہی تشریف رکھتے ہیں۔'' وہ تکریماً ذرا سا جھک کر بولا۔

''چھوٹے خان؟ بڑے خان صاحب؟'' نو وارد سوچ میں پڑ گیا، لیکن مجھے تو صرف خان صاحب سے ہی بتایا گیا تھا۔''

''بتانے والوں کو خان صاحبوں کی وجہ بندی معلوم نہ ہوگی۔ بہر حال، فرمایئے،

کیا خدمت کی جائے آپ کی؟''

''آپ براہِ کرم پہلے میری الجھن دور کیجیے کہ میں کس سے مخاطب ہوں؟''

''اوہ، جناب مجھے سارجنٹ بالے کہتے ہیں۔ میں خان صاحب کا اسسٹنٹ ہوں۔'' بالے نے سنجیدہ ہوتے ہوئے سمجھایا۔

''تب تو آپ کو ناگوار نہ ہونا چاہیے، اگر میں کہوں کہ میں خان صاحب سے ہی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔'' نووارد نے صاف گوئی سے کام لیا۔

''آپ کی مرضی، میں نے تو مزاج پرسی کر کے اپنا فرض ادا کر دیا۔'' بالے نے دونوں کندھے جھٹکتے ہوئے کہا

''شکریہ شکریہ۔'' نووارد پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

مگر اسی وقت دوبارہ اس کی نگاہیں دروازے کی طرف اٹھ گئیں۔ اور اس نے ایک وجیہہ اور ادھیڑ عمر کے باوقار آدمی کو اندر داخل ہوتے دیکھا۔ وہ دوبارہ کھڑا ہو گیا۔

''تشریف رکھیے۔'' خان نے قریب آ کر ہاتھ ملاتے ہوئے اسے پھر صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور وہ بیٹھ گیا۔

''جی... مم... میں یعنی کہ...'' کچھ کہنے کی کوشش کرتے ہوئے وہ ایک بار رک کر بالے کی طرف دیکھنے لگا۔

''کوئی بات نہیں، کہے جایے۔ یہ میرے اسسٹنٹ ہیں، ان سے چھپانے کی ضرورت نہیں۔'' خان نے بالے کی طرف اشارہ کر کے کہا اور بالے مسکرا دیا۔

''مم... میں نیشنل آئل کمپنی کا سیکیوریٹی آفیسر ہوں۔''

''معلوم ہے۔'' خان نے نرمی سے کہا۔

''معلوم ہے؟'' وہ چونکا۔ ''کیسے؟''

''آپ نے خود ہی تو وزٹنگ کارڈ بھیجا تھا۔'' خان نے مسکرا کر کہا۔

Akram Allahabadi

”اوہ، دیکھیے نا، میں کس قدر پریشان ہوں۔ یہ بھی بھول گیا تھا۔“

”تو پھر اس پریشانی کا سبب ہی بیان کر چلیے۔“ خان نے نرم لہجے میں کہا۔

”کہنے سے شاید واضح طور مطلب سمجھ میں نہ آئے۔ بہتر ہوگا کہ آپ تھوڑی دیر کے لیے ڈپو تک خود ہی ملاحظہ فرمالیں۔“ سیکیورٹی آفیسر کا لہجہ ملتجیانہ تھا۔

”چلیے۔“ خان اٹھ کھڑا ہوا۔ لباس وہ تبدیل کر کے ہی اندر سے نکلا تھا اور بالے تو پہلے ہی باہر جانے کی تیاری کیے بیٹھا تھا۔ انتظار صرف اس بات کا تھا کہ خان صاحب چلے جائیں تو وہ بھی پیر نکالے، مگر خان نے اسے اس کا موقع ہی نہیں دیا۔

”تم میرے ساتھ جاؤ گے۔“ وہ اپنی کار میں بیٹھتے ہوئے بولا۔ سیکیورٹی افسر اپنی کار میں بیٹھ چکا تھا۔

”خدا نہ کرے، میری عمر ہی کیا ہے، ابھی تو دنیا بھی نہیں دیکھی ہے ٹھیک سے۔“ بالے برا سا منہ بنا کر بولا۔

”میں دکھاؤں تمہیں دنیا ٹھیک سے؟“ خان نے اسے بھی کار میں دھکیلتے ہوئے کہا۔

”الو کے پٹھے لکھ گئے ہیں کہ دنیا میں سترہ ہی فرعون تھے۔“ بالے اسٹیرنگ کے پاس والی نشست پر بیٹھ کر بڑبڑانے لگا۔

”کیوں، کوئی نئی تحقیق کی ہے تم نے؟“ خان نے دانستہ انجان بن کر پوچھا۔

”میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اٹھارواں بھی ہوا ہے، لیکن گزرا نہیں ہے۔“

”تو پھر تمہاری کھوپڑی پر سوار ہوگا۔“ خان سیکیورٹی آفیسر کی کار کے پیچھے کار چلاتے ہوئے بولا۔

”میری پاس والی نشست پر سوار ہے۔“

”چلو یونہی سہی، لیکن میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں۔“

Akram Allahabadi

"اور اگر میں چھٹی لے لوں تو؟"

"تو پولیس اسپتال کی سیر کرنی پڑے گی۔ چھٹی کا کوئی سبب تو ہونا ہی چاہیے۔"

"فرض کر لیجیے میری شادی ہو رہی ہے۔"

"میں فرض بھی کر لوں تب بھی نہ ہوگی۔"

"کیا؟"

"تمہاری شادی۔"

"تب تو میں کر کے ہی دکھاؤں گا۔"

"جب دکھاؤ گے، تب دیکھ لیں گے، اس وقت دماغ مت چاٹو۔"

"ہائے، نہ ہوئے بھائی سکھٹ، ورنہ شادی کے تذکرے پر تو لوٹن کبوتر ہو گئے ہوتے۔"

"کیا؟"

"نہیں، یعنی کہ لوٹن کبوتر، وہ کچھ اسی طرح بولتا ہے گھبراہٹ میں۔"

"فضول کے تذکروں سے بور نہ کیا کرو۔"

"کمال ہے، آپ فضول تذکرے کہتے ہیں، حالانکہ دنیا کی سب سے زیادہ کارآمد بات یہی ہے۔"

"اب چپ بھی رہو۔" خان جھنجلا گیا۔

"آزادیٔ تقریر و تحریر وغیرہ وغیرہ انسان کے پیدائشی حق ہے اور آپ مجھے اس سے محروم نہیں کر سکتے۔ میں سپریم کورٹ میں فریاد کروں گا۔"

"اب زبان چلی تو تمہاری کھوپڑی فریاد کرتی پھرے گی۔"

"میں چپ ہوں، مگر احتجاجاً۔" بالے نے یہ کہہ کر اپنا منہ ایک ہاتھ سے بند کر دیا۔

خان نے کوئی توجہ نہ دی۔ وہ آگے جانے والی کار کے پیچھے اپنی کار دوڑاتا رہا۔

Akram Allahabadi

آبادعلاقے سے نکل کران کی گاڑیاں فیکٹری ایریا میں داخل ہوگئیں۔یہاں سے سڑک کے اس پار آئل کمپنی کی بڑی بڑی تیل کی ٹنکیاں نظر آرہی تھیں۔چاندی کی طرح سفید، چمکدار اور مکانوں جیسی گول اوراونچی۔ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سفید گیندوں کی ایک بستی ہو۔یہ آئل کمپنی کا ڈپو تھا، جہاں ان ٹنکیوں میں لاکھوں من گیلن تیل بھراپڑا تھا۔ڈپو کے گرد مضبوط چار دیواری تھی اوراحاطے کے بڑے دروازے پر مسلح محافظوں کا پہرہ تھا۔سیکیورٹی آفیسر کی کار کو دیکھتے ہی دروازہ فوراً کھول دیا گیا اور محافظ اٹینشن ہوکراسے سلام کرنے لگے۔ان کی کاریں کمپاؤنڈ میں داخل ہوکر دائیں طرف سڑک پر گھوم گئیں۔پھرایک جگہ ایک شیڈ کے پاس اس نے کار روک لی اورخان نے بھی اپنی گاڑی اس کے پیچھے لگادی۔کاروں سے اتر کروہ شیڈ کے برآمدے میں آگئے۔سیکیورٹی آفیسر کو دیکھ کراس کا ایک اسسٹنٹ فوراًباہر آگیا۔

"کسی کو ڈپو سے جانے تو نہیں دیا گیا؟"اس نے اپنے اسسٹنٹ سے پوچھا۔

"جی نہیں، بلکہ کیٹین منیجر کو ہدایت کردی گئی کہ وہ رات کی ڈیوٹی والوں کے ناشتے کا انتظام کردے، کیونکہ انھیں کمپنی کی طرف سے روکا جارہا ہے۔"اس نے بتایا۔

"ٹھیک ہے۔"یہ کہہ کروہ خان کی طرف مخاطب ہوگیا۔

"تشریف لے چلیے، میں آپ کو دکھائے دیتا ہوں۔"

یہ کہہ کروہ آگے ہولیا اورخان کوئی جواب دیے بغیراس کے ساتھ چلنے لگا۔ڈپو کے آدمی ان اجنبیوں کو تعجب کی نظر سے دیکھ رہے تھے، بلکہ ان میں سے ایک نے جرات کر کے آگے بڑھ کربالے سے پوچھ لیا۔

"کیا معاملہ ہے، صاحب؟"

"تمھارے سیکیورٹی آفیسر کو کوئی تکلیف ہے۔"بالے نے چلتے چلتے جواب دیا۔

"تکلیف ہے؟"وہ آدمی حیرت سے بالے کی شکل دیکھنے لگا۔اس کے لیے یہ جواب غیر متوقع تھا۔

"ہاں، دیکھتے نہیں، کیسے آڑے ترچھے چل رہے ہیں۔" بالے یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا اور وہ بے چارہ سوچتا ہی رہ گیا کہ سیکیورٹی آفیسر کو ایسی کونسی تکلیف ہو سکتی ہے۔

سیکیورٹی آفیسر چند ٹنکیوں کے درمیان سے گزرتا ہوا ایک بڑے ٹینک کے قریب جا کر رک گیا۔

"کیا آپ یقین کریں گے کہ کل شام کو اس میں بیس ہزار گیلن تیل موجود تھا۔" اس نے ٹینک کی طرف اشارہ کر کے رازدارانہ لہجے میں کہا۔

"ہُم... اور اس وقت؟" خان بھی وہیں رک کر بولا۔

"اس وقت اس ٹینک میں ایک قطرہ بھی موجود نہیں ہے۔"

"چوہے پی گئے ہوں گے۔" بالے سے نہ رہا گیا۔

"تم چپ رہو۔" خان پلٹ کر اسے گھورنے لگا۔

"تو پھر آپ ہی سوچیے بیس ہزار گیلن تیل بھی کوئی جیب میں ڈال کر لے جا سکتا ہے؟" بالے نے بحث چھیڑ دی مگر خان اس کی سنے بغیر ہی سیکیورٹی آفیسر سے مخاطب ہو گیا۔

"کل شام سے مال باہر نہیں گیا کیا؟"

"جی نہیں، آج تقسیم ہونے والا تھا اور اسی ٹینک سے۔"

"تب تو فکر کرنے کی ضرورت نہیں، لے جانے والوں نے خود ہی تقسیم کر لیا ہوگا۔"

"میں نے کہا نا کہ تم اپنی چونچ بند رکھو۔"

"ہائے بوریت اور وہ بھی تیلیوں جیسی۔" بالے نے ٹھنڈی سانس لے کر بڑبڑاتے ہوتے چپ ہو گیا۔

"کیا آپ کے خیال میں اس قدر مقدار میں تیل یہاں سے غائب کیا جا سکتا ہے؟"

"قطعی ناممکن ہے۔ اور تمام رات تو میں اور میرے آدمی خود بیدار رہتے ہیں۔ ظاہر

Akram Allahabadi

ہے کہ اتنا تیل اگر کوئی چرانے کی ہمت کرے تو بیسیوں تیل کی ٹنکیوں والے ٹرک درکار ہوں گے۔''

''تب تو واقعی حیرتناک بات ہے۔'' خان بھی سوچ میں پڑ گیا۔

جب وہ ٹینک سے منسلک سیڑھیاں چڑھ کر اس گیج کو دیکھ رہے تھے، جو ٹینک میں موجود تیل کی مقدار بتاتا ہے، مگر اس کی سوئی صفر کے قریب تھی۔

''خود آپ کا کیا خیال ہے اس بارے میں؟'' خان، سیکیورٹی آفیسر سے ہی سوال کر بیٹھا تھا۔

''میری تو سمجھ میں نہیں آتا، اسی لیے تو آپ کو تکلیف دی ہے۔'' وہ سر تھام کر کہنے لگا۔

''ان ٹنکیوں کو بھرنے اور خالی کرنے پر کون لوگ کام کرتے ہیں؟''

''عملاً تو آٹومیٹک ہے، یعنی پائپوں کے ذریعے، البتہ ان سے تیل نکالنے کا کام جو لوگ کرتے ہیں، وہ ابھی ڈیوٹی پر موجود ہیں، لیکن وہ کمپنی کے پرانے اور معتبر ملازم ہیں۔ ان کی ایسی جرأت نہیں ہو سکتی۔'' اس نے بتایا۔

''اور ہوتی بھی تو وہ یہاں نظر نہ آتے، تیل کے ساتھ ہی خود بھی ہوا ہو گئے ہوتے۔''

''اور کوئی چند آدمی یہاں تک آتے جاتے ہیں؟''

''کوئی نہیں، صرف ایک دیال اور اس کے چند آدمیوں کو ہی اندر جانے کا اجازت نامہ حاصل ہے۔'' سیکیورٹی آفیسر نے بتایا۔

''دیال کون ہے؟''

''وہ یہاں کی صفائی کے بعد بچ رہنے والے کچرہ تیل کا ٹھیکیدار ہے۔''

''یعنی مٹی کا تیل؟'' خان نے پوچھا۔

Akram Allahabadi

"جی نہیں، کمپنی دراصل بڑا صاف مٹی کا تیل سپلائی کرتی ہے اور اس کی صفائی سے جو تیل کچرے کی شکل میں بچ رہتا ہے، وہ کمپنی اس ٹھیکیدار کو دے دیتی ہے تاکہ ڈپو میں کچرہ جمع نہ ہونے پائے۔" اس نے بتایا۔

"وہ اس تیل کو کیا کرتا ہوگا؟"

"دماغ کو تر وتازہ رکھنے کے لیے سر پر ملتا ہوگا۔" بالے بڑبڑایا، مگر اس قدر آہستہ کہ شاید صرف خان ہی سن سکا ہو۔

"وہ صرف اس سے دوسرے قسم کے تیل تیار کراتا ہے اور شاید اسے دوبارہ صاف کر کے اس میں سے مٹی کے تیل کی زرد رنگ کی ادنا قسم نکال لیتا ہے۔"

"کیا ان ٹنکیوں تک ان کی رسائی ہے؟"

"ویسے کوئی ممانعت تو نہیں، لیکن وہ ادھر کبھی نہیں آتا۔"

"کل وہ ڈپو میں آیا تھا یا اس کے آدمی؟"

"جی نہیں، وہ تین چار دن سے نہیں آیا۔"

"میں ذرا اس ٹینک کو چاروں طرف دیکھنا چاہتا ہوں۔" خان نے کہا۔

"ہاں ہاں، شوق سے۔" سیکیورٹی آفیسر خود ہی آگے ہو لیا۔

خان نے ہر طرف سے اس ٹینک کا اور پھر دوسرے ٹینکوں کا معائنہ کیا، اس کے پائپ ہول بھی پوری طرح سے بند تھے۔ باہر سے کوئی آثار ایسے نہ تھے، جن سے کوئی رائے قائم کی جاسکتی۔ اور ایسی صورت میں یقیناً یہ سوچ کر آدمی کا دماغ چکرا جاتا ہے کہ بیس ہزار گیلن تیل آخر گیا تو کہاں گیا۔

"کیا اس ٹینک کے اندر اترا جاسکتا ہے؟"

"جی نہیں۔ یہ مضبوطی کے ساتھ سب طرف سے بند ہیں۔ ان میں تیل کی آمدو نکاسی سب پائپ سسٹم سے ہوتی ہے۔" سیکیورٹی آفیسر نے بتایا۔

Akram Allahabadi

''کیا یہ خبر یہاں ڈپو میں مشہور ہو گئی ہے؟'' خان نے سوال کیا۔

''جی نہیں، ابھی تک تو اسے سختی سے دبا کر رکھا گیا ہے۔'' وہ بولا۔

''تب پھر کوئی اندازہ قائم کرنا مشکل ہے۔ ویسے میں کوشش کروں گا۔'' خان نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''دیکھیے، یہ صرف میری ملازمت اور کمپنی کے نقصان کا ہی سوال نہیں ہے، بلکہ اس سے پبلک کو بہت پریشانی لاحق ہو جائے گی۔ ہمارے نئے ٹینکر آ بھی گئے تو تب بھی ہم اس کمی کو جلد پورا نہ کر سکیں گے۔'' وہ کہنے لگا۔

''مجھے حالات کا پوری طرح جائزہ لینے دیجیے... اور ہاں، آپ نے اپنے پائپ سسٹم کو بھی چیک کیا ہے؟''

''جی ہاں۔ اس میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوئی۔''

''بہتر ہے، چلیے۔ میں ذرا یہاں کے اسٹاف سے کچھ باز پرس کرنا چاہتا ہوں۔''

''انھیں روک کر رکھا گیا ہے۔ آپ شوق سے ان سے جو سوالات کرنا چاہیں، کریں۔'' سیکیورٹی آفیسر نے واپس لوٹتے ہوئے کہا۔ اور خان بغیر کوئی جواب دیے کچھ سوچتا چلتا رہا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

بن بلائے مہمان

شوکت کے بنگلے پر ہلچل سی نظر آ رہی تھی اور بالے کئی دنوں کے بعد ادھر آیا تھا، اس لیے اس کی وجہ بھی اس کی سمجھ میں نہ آئی۔ نوکر بھی مصروف نظر آ رہے تھے۔ بالے اپنی موٹر سائیکل سے اتر ہی رہا تھا کہ شوکت اسے برآمدے میں ہی نظر آیا۔ وہ شمو پر بگڑ رہا تھا۔

"ابے چڑی کے اکے تو میرا نوکر ہے یا ہوٹل کا بیرا؟"

"میاں، میں تو آپ کا خادم ہوں۔" شمو ہاتھ باندھے عرض کر رہا تھا۔

"نا ئیں، سالے تم ان کے غلام ہو۔"

"میاں وہ آپ کے ہی تو مہمان ہیں۔ ان کی خدمت نہیں کروں گا تو آپ کی بدنامی نہیں ہوگی۔" شمو نے اسے عاجزی سے سمجھانا چاہا۔

"اے لو، اب تم مجھے سبق پڑھانے لگے۔ ابے میں کوئی وہ ہوں جو میری بدنامی ہوگی۔" مگر یہ کہتے کہتے شوکت کی نظر بالے پر پڑ گئی۔ "ارے، خاں بالے بھائی، لو خوب آ گئے۔ میں تو ٹیلی فون کرنے والا تھا۔"

"کیوں، کوئی نئی مصیبت آ پڑی ہے کیا؟"

"مصیبت؟ میاں خاں، مصیبت کے والد صاحب اور مصیبت دونوں ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"ارے وہ اپنی رشتے کی کوئی وہ ہیں... یانی کہ... ابے شمو، بتانا، کیا نام کیا ہے ان کا؟"

"سرکار، میں کیسے نام لے سکتا ہوں ان کا؟" شمو نے بپاسِ ادب جواب دیا۔

"کائے کو نہیں لے سکتے، کوئی تم ان کے وہ ہو، سالے، یانی کہ جورو مورو جو شرم آتی

ہے؟" شوکت شمو پر بگڑ گیا۔

"میاں، بدتمیزی نہیں ہوگی یہ؟"

"ابے، گیٹ آؤٹ، سالے تمیز کی دم۔"

شمو بے چارہ کان دبا کر کھسک گیا اور شوکت جھنجلایا ہوا سا آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔

"پری بیگم ہیں، سالی۔ ہائے، بڑی پڑی۔ والد صاحب کو اور کوئی نام ہی نہیں ملا تھا۔" وہ بڑبڑانے لگا۔

"اب کچھ بتانا بھی ہے یا یونہی گدھوں کی طرح رینکتے رہو گے؟"

"تم خد میاں خاں گدھے، بلکہ خچر۔ لو، یاں جی جان مصیبت میں ہے اور آپ کو شوخی سوجھی ہے۔"

"اف فوہ.. کیا ڈیرہ جمالیا ہے کسی نے گھر میں؟"

"وہ جو کہا ہے کسی نے کہ آگ لینے آئے اور گھر کے افسر بن بیٹھے۔ یانی کہ بمبئی تفریح کے لیے آئی ہیں بیچاری اور اس گھر کو اپنے باپ کا گھر بنا لیا ہے۔"

"کون ہیں وہ؟"

"ارے وہی پری بیگم۔ ان کے والد صاحب فرماتے ہیں کہ وہ میرے باپ کی ممانی کے خالو کے بیٹے کے داماد ہیں۔ اور اس لیے میرے پھوپھا ہوئے۔ بس یہی رشتہ جوڑ کر آ دھمکے ہیں دونوں باپ بیٹی۔"

"تو کیا تم انھیں نہیں جانتے؟"

"جاگیرداروں کے خاندان میں سے ای ہیں۔ اب میں کیا گھر گھر جاتا پھرتا ہوں۔" شوکت نے جواب دیا۔

"پہلے کبھی ملاقات بھی نہیں ہوئی تھی؟"

"وئی ملاقات تو مصیبت بن گئی۔ میں ایک شادی میں گیا تھا، بس وئیں سے یہ

Akram Allahabadi

رشتے دار نکل آئے اور میں نے جھوٹ موٹ کو بول دیا کہ کبھی بمبئی آئے تو سالے خیریت کا تار بھیج کر آن ہی ٹپکے۔"

"تم نے ضرور ان کی لڑکی سے عشق فرمایا ہوگا؟"

"ارے میاں، وہ خود بکی کے کترتی ہے، وہاں شادی میں میرا مزاخ اڑا رئی تھی، اور آ کر میرے گھر پر ایسا حکم چلا رہی ہے، جیسے کہ میں اس کی منکوحہ...نہیں...یانی کہ وہ میری.. وہ ہو۔"

"وہ...یانی کیا؟" بالے نے معصوم بن کر پوچھا۔

"تمہارا سر، اب اتنا بھی نہیں سمجھتے، یانی کہ منکوحہ۔"

"تب تو تمہیں منہ مانگی مراد مل گئی۔"

"کائے کو مل گئی، وہ سالی مجھے الّو کا پٹھا سمجھتی ہے۔اور وہ زبردستی کے پھوپھا صاحب ہر وقت بزرگی جتایا کرتے ہیں۔شوکت میاں، یہ کرو، وہ مت کرو، ایسے رہو، ویسے مت رہو۔یانی شوکت میاں نمیں ہوے، چڑی کے غلام ہو گئے۔"

"اس میں کیا شک ہے۔"

"کائے میں، کیا شک ہے؟"

"یعنی کہ ان کی زبردستی میں۔"

"اور نہیں تو کیا، مگر یار کچھ علاج بتاؤ نا، انھیں یہاں سے تڑی پار کرنے کا؟"

"علاج میں کر دوں گا، مجھ سے تعارف کرا دو۔" بالے نے مشورہ دیا۔

"ارے واہ، تعارف کرادوں؟ تم سے؟ اور تم اپنا معاملہ صحی کرلو۔" شوکت اسے شبہے کی نظروں سے دیکھ کر بولا۔ "چچ چچ...کتنے کلاسیکل گدھے ہو۔" بالے کو ہنسی آ گئی۔

"زبان سنبھالو، میاں خان۔تم خود سائیکل کے گدھے ہو گے۔" شوکت کو واقعی تاؤ آ گیا۔اور بالے کو اس جملے پر اپنی ہنسی برداشت کرنا مشکل ہو گیا۔

Akram Allahabadi

"میاں، آپ کو اندر یاد کیا جا رہا ہے۔" شمو ڈرتے ڈرتے پھر سامنے آکر بولا۔

"جاؤ، نہیں آتے۔ کوئی وہ سمجھا ہے، یا نی کہ..." شوکت اسی غصے کے عالم میں کہہ گیا، مگر بالے نے فوراً اس کی بات کاٹ دی۔

"جاؤ، سن تو لو۔ آخر کیا کہا جا رہا ہے۔"

"تم خد جاؤ، میاں خاں۔ میں کاہے کو جاؤں۔ ارے نہیں، مگر میں ہی جاؤں گا۔ تم کوئے کو۔" یہ کہتا ہوا وہ دروازے سے اندر چلا گیا اور بالے ہنسنے لگا۔ شمو بھی واپس جا رہا تھا کہ بالے نے اسے بلا لیا۔

"کیا مصیبت ہے یہ؟" بالے نے اس سے پوچھا۔

"میاں، کوئی برکت میاں جاگیر دار ہیں، خد کو میاں کا پھوپھا بتاتے ہیں۔ تین دن ہوئے تا روے کراچا تک آ پہنچے اور تب سے ادھر میاں کا ناک میں دم ہے اور ادھر نوکروں کا، دونوں طرف حکم رہا ہے ان کا۔" شمو نے بتایا۔

"شوکت نے کیسے برداشت کر لیا؟"

"ان پھوپھا صاحب کے ساتھ ان کی صاحب زادی بھی آئی ہیں۔ صاب یہاں ان کے پیٹھ پیچھے تو ہم لوگوں کی خوب خبر لیتے ہیں اور ان کے منہ پے بھیگی بلی بن جاتے ہیں۔" شمو کا لہجہ شکایتی تھا۔

"خیر، میں خبر لیتا ہوں بیٹے کی، تم اندر جا کر بھجوا سے۔"

"بھوت گالیں پڑیں گی مجھے، صاحب۔"

"میں بھیج رہا ہوں، تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں۔"

"اچھا، صاحب۔" شمو یہ کہہ کر اندر چلا گیا۔

اندر شوکت کے زبردستی کے ایک پھوپھا آرام کری پر نیم دراز حقے سے شوق فرما رہے تھے اور شوکت کا نوکر رحیم خاں ان کی خدمت گزاری میں لگا ہوا تھا۔ یہ بن بلائے مہمان

Akram Allahabadi

جب سے آئے تھے، شوکت کے تمام ملازم ان کی کسی نہ کسی خدمت میں لگے ہی رہتے، بلکہ بسا اوقات شوکت کو نوکروں کے لیے ترسنا پڑتا۔ ایک طرح سے وہ لوگ گھر کے مالک ہی بن بیٹھے تھے اور یہی چیز شوکت کے لیے وبالِ جان بنی ہوئی تھی۔ پھر بھی نہ جانے کیوں اس کی زبان نہ کھلتی تھی کہ صاف صاف ان سے کہہ دے کہ اسے یہ حرکتیں بالکل پسند نہیں ہیں۔ ایک تو مروت، دوسرے زبردستی کے پھوپھا کی بزرگی تیسری وہ پری بیگم، جو اس میں شک نہیں کہ حسین اور پرکشش واقع ہوئی تھیں، مگر عشق وغیرہ کے معاملے میں احساسِ کمتری کے شکار شوکت جیسے آدمی کے لیے تو وہ آسمانی حور بھی سوہانِ روح ہو جاتی، جس کے بارے میں اسے شک ہو جاتا کہ وہ اس کا مذاق اڑا رہی ہے۔ اور اس پر بھی وہ اس کا بالے سے تعارف نہیں کرا رہا تھا۔ اس ناراضگی کے باوجود ایک نعمتِ غیر متوقع کے خود بخود گھر ہی ٹپک پڑنے کا جو احساس لاشعوری طور پر اس کے ذہن میں موجود تھا، وہ کیسے یہ برداشت کر لیتا کہ کسی کو اپنے گھر میں ڈاکہ ڈالنے کی دعوت دی جائے۔

مہمان پھوپھا نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا اور پھر اخبار دیکھتے ہوئے بولے۔

"یہاں آؤ شوکت میاں۔"

شوکت کا جی تو چاہا کہ کہہ دے، نہیں آتے جاؤ، لیکن الفاظ حلق تک ہی آ کر رہ گئے، زبان سے صرف جی نکلا۔

"میں نے سنا ہے تم کلبوں میں گھومتے پھرتے ہو، بیٹا، یہ بری بات ہے۔" وہ اس کی طرف دیکھے بغیر بولے۔ شوکت اندر سے سلگ رہا تھا۔ دل نے کہا، گھومتے ہیں، پھر تمہارے باپ کا اجارہ، لیکن زبان پھر ساتھ نہ دے سکی۔

"وہ... وہ یونہی دوست موست لے جاتے ہیں۔" وہ معصوم بن کر بولا۔

"آج کل دوست سب مطلب کے ہوتے ہیں، ذرا سمجھ بوجھ کے چلنا چاہیے۔" انھوں نے پھر نصیحت کی۔

Akram Allahabadi

"اہاہاہا...اور تم جیسے بھوت بے مطلب ہو، سالے، مفت کے پچھا" وہ زیر لب بڑبڑایا۔مگر دکھانے کے لیے اس طرح سر ہلانے لگا، جیسے ان کی نصیحت واقعی اس کے پلے پڑ رہی ہو،لیکن ساتھ ہی شوکت کی نگاہیں پھوپھا کی بیٹی کو بھی ڈھونڈ رہی تھیں ،جس نے اس کو بلوایا تھا۔

"آج ہم لوگ وہار جھیل دیکھنا چاہتے ہیں ۔تمہیں کوئی کام نہ ہو تو اپنی گاڑی چھوڑ دو، یا خود بھی ساتھ چلو۔"

"گگ...گاڑی۔"اور شوکت کی آواز خود اس کے حلق میں پھنس گئی۔سوائے بالے کے وہ کسی کو اپنی کار نہیں دیا کرتا تھا اور یہ فرمایش تو اسے خود زہر معلوم ہونے لگی تھی ۔ پری بیگم دانستہ اسے بیوقوف بنا رہی تھی ار پھر بھی اس طرح حق جتایا جاتا تھا جیسے یہ سب کچھ مع شوکت کے ان لے باپ کا مال ہو۔

"ٹیکسی میں چلے جایے نہ، آج مجھے کام ہیں۔"شوکت نے بڑی ہمت سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"لاحول ولاقوۃ۔کیا ہم خود نہیں جاسکتے تھے ٹیکسی پر۔وہ تو تمہاری عزت کا خیال ہے،لوگ کیا کہیں گے بھلا کہ شوکت میاں کے پھوپھا اور ٹیکسی پر جارہے ہیں ۔"مہمان پھوپھا نے اس کی غیرت کو جوش دلاتے ہوئے کہا۔

"اب آپ کو اپنی کار ہم لوگوں سے زیادہ عزیز ہوگئی۔"ایک سریلی آواز درمیان میں دخل دیتی سنائی دی۔وہ پری بیگم تھی، جو زرد فراک اور سفید غرارے میں اس وقت پہلے سے زیادہ خوبصورت معلوم ہو رہی تھی ۔اس کے لبوں پر ایک شریر مسکراہٹ تھی اور شوکت کے لیے ایسی مسکراہٹوں سے قتل ہو جانا کوئی حیرتناک بات نہ تھی، پھر بھی وہ سنبھلا رہا۔

"یہ بات نہیں ہے، وہ دراصل... یانی کہ مجھے کام ہے... یانی کہ کسی صاحب کے آفس جانا ہے۔"شوکت سے کوئی بہانہ نہ بن پڑا۔

"تو کل چلے جایے گا، آج تو ہمارے ساتھ چلنا پڑے گا۔" بڑی بیگم نے کچھ اس انداز میں کہا کہ شوکت کو اثبات میں سر ہلانا پڑا۔

"میاں، بالے صاحب بلا رہے ہیں۔" شمو یہاں بھی آپہنچا۔

"ایں... ہاں... لو، میں تو بھول ہی گیا تھا۔" شوکت اس طرح چونکا، جیسے واقعی بھول گیا ہو۔

"یہ کون ذاتِ شریف ہیں؟" مہمان پھوپھا نے پوچھا۔

"میرے دوست ہیں، پولیس کے سپرنٹنڈنٹ۔" شوکت نے ان پر رعب جمانے کے لیے بالے کو بانس پر چڑھا دیا۔

"اچھا۔" پھوپھا صاحب بولے۔ "تو جاؤ، ملو ان سے۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے کہ وہ باہر بیٹھے ہیں، بلا لو یہیں۔"

"نہیں نہیں، یاں کاہے کو، میں خود جا کر مل لیتا ہوں۔" شوکت نے ایک نظر بڑی بیگم کی طرف دیکھ کر کہا۔

"نہیں، شوکت میاں، اس میں کونسا حرج ہے۔ بڑی بیگم پردہ کب کرتی ہیں۔" پھوپھا صاحب بضد ہو گئے۔

"ہاں ہاں، بلا لیجیے۔ آپ کے دوستوں سے کیا پردہ۔" بڑی بیگم خود ہی بول پڑیں۔

"ہائے، تم کیا جانو کتنا خطرناک جانور ہے۔" شوکت منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا ہوا باہر نکل ہی رہا تھا کہ بالے خود اندر ہی آپہنچا۔

"آیے آیے، تشریف لایے۔" شوکت کے مہمان پھوپھا اس کے استقبال کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ شوکت کے منہ تو بالے کو اندر آتے دیکھ کر ہی لٹک گیا تھا۔ بالے کے ہونٹوں پر شرارت رقص کر رہی تھی۔

اس نے بڑی بیگم کی طرف دیکھا اور اس کے چہرے پر شرم کی سی خفیف سی سرخی دوڑ

Akram Allahabadi

گئی۔ بالے کو وہ واقعی پرکشش معلوم ہوئی، لیکن وہ شوکت کی کیفیت کے بھی نظر انداز نہ کر سکا۔ شوکت بے چینی سے اپنے دونوں ہاتھ مل رہا تھا۔ شوکت کے مہمان پھوپھا نے خود ہی اپنا اور پری بیگم کا تعارف اس سے کرا دیا۔ شوکت کی کھوپڑی چٹکنے لگی، جب اس نے پری بیگم کو اس کی طرف مائل دیکھا۔

"ابے شمو، تو کیا دیکھ رہا ہے، سالے۔ جا نا، سپرنٹنڈنٹ صاحب کے لیے چائے والے لا۔ کب پھوٹیں گے سالے یہ۔" شوکت سے ضبط نہ ہو سکا تو وہ شمو پر بگڑ پڑا۔

"ابھی لایا، میاں۔" شمو کھسکنے لگا۔

"ابے ٹھیر، کاہے کی چائے مائے، کوچھ مت لا۔ ایسی تیسی گئی دوستی۔" وہ شمو کو بازو سے تھام کر روکتے ہوئے آہستہ مگر جلے ہوئے لہجے میں بولا۔

"مگر میاں، بالے صاحب تو جان چھڑانے گئے ہیں آپ کی۔" شمو سرگوشی کے لہجے میں بولا۔

"کیا مطلب؟"

"وہ کہہ رہے تھے کہ آپ ایک سچ مچ بڑی مصیبت میں پھنس گئے ہیں۔"

"ہشت، یہ سب چار سو بیسی ہے ان پولیس والوں کی۔ دیکھ لوں گا بعد میں۔"

شمو چپ چاپ چلا گیا، لیکن شوکت کی بیقراری بڑھتی چلی گئی۔ کیونکہ بالے اسی صوفے پر بیٹھ کر اب پری بیگم سے باتیں کرنے لگا تھا۔ اس سے آخر ضبط نہ ہو سکا تو پاس ہی جا کھڑا ہوا۔ بالے اس سے کہہ رہا تھا۔

"اوپر سے یہ شخص جتنا ٹیڑھا نظر آتا ہے، اتنا ہی اندر سے سیدھا واقع ہوا ہے۔"

"ہُم۔" شوکت غصے سے ہونٹ دانتوں میں دبا کر سر ہلانے لگا۔

"آدمی تو بہت اچھے ہیں، مگر صرف..." پری بیگم کہتے کہتے رک گئی۔ اس نے شوکت کی موجودگی سے باخبر ہو کر ہی اس جملے کو ادھورا چھوڑ دیا تھا۔

Akram Allahabadi

"کسر نہیں ہے۔" بالے نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"میاں خاں، تمہاری خد دم، بلکہ دم میں فاختہ۔ یہ میری برائیاں کر رہے ہو۔"

شوکت بول پڑا اور بالے اس طرح اس کی شکل دیکھنے لگا، جیسے اس کے پیچھے ہی موجود ہونے پر اسے تعجب ہو رہا ہو۔

"تعریفیں ہو رہی ہیں تمہاری۔" بالے نے سادگی سے کہا۔

"سب سمجھتا ہوں۔ پولیس والے اپنے باپ کی تاریف نہیں کرتے کبھی۔"

"تم میرے باپ نہیں ہو۔"

"ہاں جاؤ، نہیں ہوں پھر۔"

"آج آپ غصے میں کیوں بھرے ہوئے ہیں؟" پری بیگم نے شیریں لہجے میں پوچھا۔

"یہ میرا ذاتیاتی، بلکہ خودمختاری معاملہ ہے۔" شوکت منہ پھیلاتے ہوئے بولا۔

"خیر، آپ لوگوں سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ مجھے اب اجازت دیجیے۔ ذرا شوکت بھائی سے کچھ باتیں کر لوں۔" بالے نے اٹھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"اللہ نہیں بنائے ایسوں کا بھائی، لانت ہے۔" شوکت بڑبڑایا۔

"پھر کبھی تشریف لایے گا۔" پری بیگم نے خود ہی پوچھا۔

"ضرور ضرور۔" بالے نے شوکت کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

وہ دروازے تک اسے چھوڑنے آئی اور پھر بالے اور شوکت باہر نکل آئے۔

"میاں خاں، آج سے اپنی دوستی کو سلاما لیکم۔" شوکت باہر آ کر دونوں ہاتھ جھٹکتے ہوئے بولا۔

"کیوں؟"

"شرم نہیں آئی تمہیں میرے گھر میں ڈاکا ڈالتے ہوئے۔"

Akram Allahabadi

"تم ہی تو کہہ رہے تھے کہ ان سے پیچھا چھڑا دیا جائے تمہارا۔"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ آپ گل کھلانے لگیں۔یانی کہ وہ جو کہا ہے کسی نے کہ، جن پر تکیہ تھا وہی پتے سالے ہوا بھی دینے لگے۔"

"ڈیئر سکھٹ،تم نرے احمق ہو،بولو ہاں۔"

"نہیں بولتا،تم جاؤ۔"

"نہیں بولنا پڑے گا،ورنہ وہ جو کچھ کہہ رہی تھی وہ تمہیں نہیں بتاؤں گا۔"

"کیا کہہ رہی تھی؟"شوکت اچانک نرم پڑ گیا۔

"نہیں بتاتا،پہلے تسلیم کرو۔"

"کیا؟"

"کہ تم نرے احمق ہو؟"

"اچھا جاؤ کیا،اب؟"

"وہ کہہ رہی تھی کہ میں تو شوکت صاحب کو ستانے کے لیے ایسی باتیں کرتی ہوں، ورنہ وہ تو مجھے بہت پسند ہیں۔"

"ہونہہ...جھوٹ؟"

"تمہارے خاندان بھر کی قسم۔"

"اور کیا کہہ رہی تھیں وہ؟"شوکت 'تھی' سے تھیں پر آ گیا۔

"اور یہ کہ میرا تو جی چاہتا ہے کہ عمر بھر کے لیے یہیں رہ جاؤں۔"بالے نے بتایا۔

"کس کا؟"شوکت نے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"میرا نہیں، بیٹے،تمہاری ان کا۔"

"سچ؟"

"کیا پھر قسم کھاؤں؟"

Akram Allahabadi

''نہیں نہیں، اچھا آگے پھر؟''

''پھر میں نے بھی تمہاری تعریف کر دی کہ آدمی غصہ ور ضرور ہے، مگر دل کا بہت اچھا ہے، پورا حاتم طائی۔''

''مجھے یقین نہیں آتا تمہاری بات پر۔''

''تو میرے ٹھینگے سے۔'' بالے نے اسی کے لہجے میں جواب دیا۔

''نہیں نہیں، آ گیا یقین۔ اچھا پھر کیا کہا؟''

''کہنے لگیں کہ ابا جان تو اسی ہفتے واپس جانا چاہتے ہیں، مگر میرا دل نہیں چاہتا کہ شوکت بھائی کو چھوڑ کر جاؤں۔''

''شوکت بھائی کہا تھا اس نے؟'' شوکت کی کھوپڑی پھر گھومنے لگی۔ ''یہی تو وہ مجھ سے بھی کہتی ہے۔''

''کیا؟''

''یہی، بھائی مائی۔''

''تب تو تم واقعی عقل کے یتیم ہو۔''

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ شادی سے پہلے لڑکیاں رشتے کے بھائیوں کو بھائی ہی کہا کرتی ہیں۔''

''یہ بھی ٹھیک ہے۔'' شوکت کچھ سوچ کر بولا۔ ''وہ میری خالہ کی لڑکی ہے بھی اپنے شوہر کو شادی سے پہلے نفیس بھائی ہی کہتی تھی۔''

''تو خود سمجھ لو۔''

''اچھا، تمہارا کیا خیال ہے، بالے بھائی؟''

''کس بارے میں؟''

Akram Allahabadi

"شادی کے لیے۔"

"کرلوں گا، بشرطیکہ تمھیں کوئی اعتراض نہ ہو۔" بالے پھر اسے بھڑکانے پر اتر آیا۔

"اے لو، اپنا ہی نمبر لگانے لگے، سالے۔ ارے میں اپنی شادی کے لیے پوچھ رہا ہوں۔"

"ہاں ہاں، کوئی اچھی لڑکی مل جائے تو۔"

"میں پری بیگم کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔"

"شادی پری بیگم سے کرنی ہے اور تم پوچھ مجھ سے رہے ہو۔ کیا میں اس کا باپ واقع ہوا ہوں؟"

"اور لو، میں آپ کی رائے پوچھ رہا ہوں اور آپ باپ بنے جا رہے ہیں۔"

"لڑکی ہے تو اچھی، اور اگر تمہاری جگہ میں ہوتا تو ضرور کر لیتا۔"

"ہوتے ای کائے کو۔ اللہ شکر خورے کو ہی شکر دیتا ہے۔"

"خیر، وہ تم جانو، میرا بہت سا وقت برباد کر دیا تم نے اب چلنا چاہیے۔"

"کس نے وقت برباد کرایا۔ میں نے کب کہا تھا کہ تم اندر گھس جاؤ۔"

"تمہاری وکالت کرنے گیا تھا، ورنہ وہ تو سمجھتی کہ تم کوئی نمبروں کے بدمعاش ہو۔" بالے نے ہنس کر کہا۔

"تم خد ہو گے، بلکہ نمبر بیس کے۔" شوکت موڈ میں آ کر مسکرایا۔

"میں اسے نہ سمجھاتا تو وہ تم کو غلط ہی سمجھتی رہتی۔"

"چلو، بھوت احسان ہوا تمہارا۔"

"اچھا اب میرے ساتھ چلو۔"

"کاں؟"

"ایک ضروری کام ہے۔"

Akram Allahabadi

"اور وہ لوگ جو وہار لیک کا پروگرام بنا رہے ہیں؟"

"وہار لیک؟" بالے چونکا۔ "اچھا چلے جانا، تمہیں جلدی چھوڑ دونگا۔" بالے نے وعدہ کیا۔

"مگر معاملہ کیا ہے؟"

"تمہیں اپنے تعمیراتی کاموں کے لیے زمین کا ایک ایسا حصہ مٹی کی کھدائی کے لیے لینا ہے، جو کلکٹر کے تابع ہے۔"

"کوئی چکر چلا رہے ہو؟"

"نہیں، بیٹا۔ دراصل بزنس کرنا چاہتا ہوں۔ صرف زمین کا پٹہ کھدائی کے لیے تمہارے نام ہوگا، کام میرے آدمی ہی کریں گے۔ میں سرکاری آدمی ہوں، اس لیے خود نہیں لے سکتا۔"

"تو یوں کہو کہ مٹی بیچنے پر اتر آئے ہو اور کوئی دھندا نہیں ملا۔" شوکت بھونڈی سی ہنسی ہنسا۔

"مٹی بھی سونے سے کم نہیں ہوتی، بیٹے، اگر کام آجائے تو۔"

"مجھے خود ضرورت ہوتی ہے، تم مجھے ہی بیچ دیا کرنا۔"

"خیر، وہ ہم بعد میں طے کرلیں گے، تم اس کا ٹینڈر بھر دو۔"

"ٹینڈر رکانے کو، کوئی اور بھی ہے کیا؟"

"ہاں، دو آدمی اور ہیں مقابلے پر۔"

"میرے پیسے تو نہیں ڈوبیں گے؟"

"نہیں، میں ذمے دار ہوں۔"

"اچھا، خیر چلو۔" شوکت ساتھ ہولیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

دن دھاڑے خون

"ارے تم چائے تیار کر رہے ہو یا حکیم لقمان کا کوئی نسخہ؟" بالے غلام رسول پر بگڑ گیا۔

"کیا کروں، صاحب، لکڑی سلگانی پڑے گی۔ کوئلہ منگوایا ہے۔" غلام رسول نے جواب دیا۔

"مجھے باورچی خانے کا نظام مت سمجھاؤ، گھر میں نصف درجن اسٹو موجود ہوں گے۔"

"بے شک ہیں۔" غلام رسول نے جواب دیا۔ "لیکن مٹی کا تیل ایک میں بھی نہیں ہیں۔"

"کیا چوہے پی گئے؟"

"ختم ہو گیا، صاحب۔"

"تو منگوایا نہیں جا سکتا؟"

"مل کہاں رہا ہے۔ کل پرسوں سے شہر میں مٹی کے تیل کا کال پڑ گیا ہے۔ دکانوں پر لائنیں لگی ہوتی ہیں۔"

"کال پڑ گیا ہے؟ مٹی کے تیل کا؟ کہیں بھنگ سے تو شوق نہیں فرمایا تم نے؟"

"ایسی حرام چیزوں پر سے شوق فرمانے والے پر لعنت ہے۔ آپ خود شہر کا چکر مار کر دیکھ لیجیے۔"

"خوب، تو میں اب تیل گھاسلیٹ کے لیے چکر مارنے نکلوں؟" بالے نے منہ بنا کر کہا۔ "تم چاہے اپنی کھوپڑی کی انگیٹھی بناؤ، مجھے چائے چاہیے۔"

Akram Allahabadi

"ملے گی، مگر تھوڑا صبر کرنا پڑے گا۔"

"ابے مردک، میں بیڈ ٹی کا عادی ہوں نا۔"

"عادی تو میں بھی ہوں، صاحب۔ مگر ناگہانی کو کیا کروں؟"

"ڈوب مرو جا کے اپنے چولھے میں۔"

"چولھے میں؟"

"ارے جاؤ نا، دفع ہو جاؤ۔ مجھے پانچ منٹ میں چائے نہیں ملی تو تمہارا تیل نکال دوں گا۔"

"چائے تو دس منٹ میں بھی نہ مل سکے گی، اگر کوئلہ جلدی نہ آیا۔ سنا ہے دکان دیر سے کھلتی ہے۔ ویسے آپ کہیں تو ٹھنڈے پانی سے چائے بنا لاؤں؟"

"غلام رسول، آج ضرور تم مرمت طلب ہو رہے ہو۔"

"اللہ قسم، صاحب، آپ خود برآمدے میں جا کر دیکھ لیجیے، سڑک کے اس پار تیل کی دکان پر سینما کے ٹکٹ گھر کی طرح قطار لگی ہے یا نہیں۔"

"گھر میں بجلی کی انگیٹھی بھی نہیں ہے؟"

"ہے تو، مگر بڑے صاحب کا آرڈر ہے کہ اسے استعمال نہ کیا جائے۔ ایک بار خانساماں کو شاک لگ چکا ہے۔"

"بڑے صاحب تو نوکروں کے والد صاحب ہوتے جا رہے ہیں۔"

"کم تھوڑی ہیں باپ سے۔"

"ارے مجھے رشتوں کی علت نہ سمجھاؤ، رحیم کو سائیکل پر بھیج کر کسی ہوٹل سے چائے منگوا سکتے ہو۔"

"رحیم ہی تو کوئلہ لینے گیا ہے۔"

"اوہ، تم خود جاؤ۔"

Akram Allahabadi

"میں...؟ اگر بڑے صاحب اٹھ گئے تو؟"

"تو میں انھیں پھر تھپک تھپک کر سلا دوں گا۔ تم جاتے ہو یا نہیں؟"

"جاتا ہوں، صاحب۔"

مگر غلام رسول اس وقت لوٹا جب رحیم کوئلہ لا کر چائے تیار بھی کر چکا تھا۔ خان بھی چائے پی کر صبح کا اخبار دیکھ رہا تھا اور خاص طور پر اس کی توجہ اس ایک خبر پر مرکوز تھی جو اسی تیل کے قحط کے بارے میں تھی۔

"مجھے شک تھا کہ یہی ہوگا۔" وہ بڑبڑایا۔

"یعنی غلام رسول ایک گھنٹے میں لوٹے گا؟" بالے نے پوچھا۔

"تمھاری عقلِ سلیم گھاس کیوں چرنے لگی ہے آج کل۔"

"وہ عقلِ سلیم ہندوستان پر حکومت کر چکی ہے۔"

"بک چلے؟"

"اس حیرتناک داستان کے لیے تاریخی دنیا کا چوتھا شمارہ 'تزکِ جہانگیری' ملاحظہ فرمایئے۔"

جواب میں خان اسے گھور کر رہ گیا اور بالے سمجھ گیا کہ وہ کچھ سوچنے کے موڈ میں ہے۔

"غلام رسول۔" خان نے نوکر کو آواز دی اور وہ فوراً اندر آ پہنچا۔

"تیل کی دکان سے ایک گیلن مٹی کا تیل لے کر آؤ۔"

"ایک گیلن؟" غلام رسول نے حیرت سے کہا۔ "صاحب، وہاں تو ایک بوتل کے لیے گھنٹوں لائن لگانی پڑتی ہے۔"

"تو اور کہیں سے لے کر آؤ۔"

"اور بنیا پانچ آنے کی بوتل کے حساب سے تیل بیچ رہا ہے۔ پتا نہیں گیلن کے کتنے

روپے لے گا؟"

"جتنے بھی لے، تم لے کر آؤ۔"

"بہتر ہے۔" غلام رسول یہ کہہ کر چلا گیا۔

"ایک گیلن مٹی کے تیل سے کیا شغل فرمائیں گے آپ؟"

"تم پر چھڑک کر آگ لگا دوں گا۔"

"میں سر دست خودکشی کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"بالے صاحب، یہ آئل ڈپو کے صرف ایک ٹینک کے تیل کے گم ہو جانے پر ردِعمل ہے۔ابھی دیکھتے جاؤ اور کتنا قحط پڑتا ہے اس کا۔"

"تو آپ کا مطلب ہے کہ لوگ تیل گھاسلیٹ کے نعرے لگانے لگیں گے؟"

"یقیناً، لوازمات زندگی میں مٹی کا تیل کوئی معمولی اہمیت نہیں رکھتا۔"

"یعنی تیل کی چوری اسی شاندار بزنس کا پیش خیمہ تھا۔"

"ہو سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ کسی ضد کا نتیجہ ہو۔"

"کچھ پلے نہیں پڑا۔" بالے نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"اسی لیے تو کہتا ہوں کہ روز صبح کا اخبار ضرور پڑھ لیا کرو۔"

"آئندہ کوشش کروں گا۔"

"چند ماہ قبل اس آئل کمپنی نے حکومت سے تیل کا نرخ بڑھائے جانے کی درخواست کی تھی۔"

"ضرور کی ہو گی، بیوپار کا معاملہ ہے۔"

"اور حکومت نے اسے مسترد کر دیا تھا۔"

"اور اب آپ کہیں گے کہ اسی لیے تیل کی چوری کا اسٹنٹ کھیلا گیا تا کہ پبلک اور حکومت دونوں پریشان ہوں۔"

Akram Allahabadi

"ہُم... بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے۔"

"آپ کے کچھ باطن میں بھی دیکھ رہے ہیں کیا؟"

"میں اتنی جلدی نتائج اخذ کرنے کا عادی نہیں ہوں۔" خان نے کہا۔

ابھی کچھ بالے کہنے ہی جا رہا تھا کہ اچانک ایک فائرنگ کی آواز سن کر وہ دونوں اچھل پڑے۔ آواز باہر سے آئی تھی۔ شاید بنگلے کے احاطے یا سڑک کی طرف سے۔ خان اٹھ کر تیزی سے باہر کی طرف بھاگا اور بالے اس کے پیچھے تھا۔

"کسی کار نے مس فائر کیا ہوگا۔" بالے نے ساتھ دوڑتے ہوئے رائے دی۔ لیکن خان کا ہی خیال صحیح نکلا۔ وہ ابھی برآمدے ہی میں پہنچے تھے کہ کسی کو لڑکھڑا کر پورٹیکو کی سیڑھیوں پر گرتے دیکھ کر اس کی طرف دوڑ پڑے۔ بالے نے اسے بازو کو تھام کر سنبھال لیا، ورنہ وہ نیچے لڑھک جاتا۔ اس کی پیٹھ سے خون بہہ رہا تھا۔ گولی کمر سے اوپر ریڑھ کی ہڈی پر پڑی تھی۔ نوکر بھی دوڑ کر آ پہنچے۔

"تم اسے فوراً اسپتال پہنچاؤ، میں دیکھتا ہوں کس نے فائر کیا تھا۔"

خان یہ کہہ کر چلنا ہی چاہتا تھا کہ بیہوش ہوتے ہوئے زخمی نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے اسے رکنے کا اشارہ کیا۔ "مم... میں... ایک ضروری... اطلاع... اوف... او خدا۔" یہ کہتے کہتے اچانک اس کے منہ سے خون بہہ نکلا اور وہ نڈھال ہونے لگا۔

"ہاں ہاں، بولو بولو، کون تھے وہ؟ جلدی بولو۔" خان نے اسے تھپتھپاتے ہوئے پوچھا۔

"تم جاؤ، بالے۔ وہ لوگ یقیناً کار پر ہوں گے۔" خان نے زخمی کو سنبھالتے ہوئے بالے کو ہدایت کی اور بالے ایک ہی جست میں سیڑھیاں پھلانگ کر گیرج کی طرف بھاگا۔

"وہ... وہ... اوع..." زخمی نے پھر خون اگل دیا۔ "وہ اس کی... کک... کپ... پو۔"

آگے وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ ایک جھٹکے کے ساتھ اس کا سر ڈھلک گیا اور خان اس کی نبض ٹٹولنے لگا۔

Akram Allahabadi

وہ ختم ہو چکا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

سڑک پر پہنچ کر یہ اندازہ لگانا ہی مشکل تھا کہ کون کس طرف سے آیا ہوگا اور کدھر گیا ہوگا۔ یہ سڑک بالعموم سونی ہی رہا کرتی تھی اور اس وقت بھی یہاں کوئی نہ تھا۔ صرف سڑک کے اس پار ایک اسٹور تھا، ایک چھوٹا سا سوتا سوتا ہوٹل اور ایک سبزی فروش کے علاوہ ایک لانڈری۔ اس خیال سے کہ شاید ان لوگوں نے فائرنگ کی آواز سنی ہو، یا کسی نے کسی کو دوڑتے دیکھا ہو، یا کوئی کار گزرتی دیکھی ہو، وہ اپنی کار لانڈری کے سامنے روک کر لانڈری کلرک سے اس کے بارے میں دریافت کرنے لگا، لیکن پستول کی فائرنگ کی آواز سے متعلق اس نے لاعلمی ہی ظاہر کی۔ اسٹور کے بنیے نے بھی یہی کہا کہ وہ اپنے کام میں مصروف تھا، کوئی آواز ہوئی بھی تو اس نے نہیں سنی۔ کاریں اکثر گزرا ہی کرتی ہیں، اس لیے انھیں بیٹھے تاکتے رہنے کو سوال ہی نہیں تھا۔ البتہ سبزی فروش کے بیان نے اسے چونکا دیا۔ اس نے بتایا کہ اس نے ایک آدمی کو خان کے بنگلے کے احاطے کے باہر ٹیکسی سے اتر کر اندر کی طرف جاتے دیکھا تھا، لیکن اس نے یہ بھی بتایا کہ اسی وقت ایسی آواز بھی ہوئی تھی، جیسی سائلنسر میں کچرہ پھنس جانے سے ہوتی ہے۔ ٹیکسی اس کے بیان کے مطابق چھوٹی تھی، لیکن ایسی ہی جیسی عام طور پر شہر میں دیکھی جاتی ہیں۔ سبزی فروش کو اس بات کی تو کوئی ضرورت ہی نہیں پڑی تھی کہ وہ اس کا نمبر وغیرہ دیکھتا۔ وہ یہ بھی نہ بتا سکا کہ ٹیکسی گھوم کر واپس آئی تھی یا آگے نکل گئی، کیونکہ پھر وہ اپنے کام میں لگ گیا تھا۔

بہر حال اندازے کے مطابق بالے کار لے کر آگے کی سمت ہی چل پڑا۔ حالانکہ اتنی دیر ہو جانے کے بعد اب یہ توقع نہیں رہ گئی تھی کہ وہ اس کا سراغ پا سکے گا۔ ٹیکسیاں تو ہر سڑک پر چوراہے پر ملیں گی، پھر کسے سمجھا جائے کہ وہ شبے کے لائق ہو سکتی۔

وہ یونہی ناامید سا دیر تک مختلف سڑکوں پر کار دوڑاتا رہا، لیکن ٹیکسی ڈرائیوروں میں سے ایک بھی چہرہ اسے ایسا نظر نہیں آیا، جو چونکا ہوا، یا خوفزدہ معلوم ہو۔ اور پھر محکمہ خفیہ کے سپرنٹنڈنٹ کے بنگلے کے دروازے پر کسی کو گولی مارنے کی جرات کرنے والا یقیناً کوئی چالاک اور خطرناک آدمی ہی ہوسکتا تھا۔ خدا جانے وہ اب تک کہاں پہنچ چکا ہو۔

جب وہ واپس لوٹا تو خان دفتر جا چکا تھا اور غلام رسول کو ہدایت کر گیا تھا کہ بالے آئے تو اسے وہیں بھیج دیا جائے۔ غلام رسول نے اسے یہ بھی بتا دیا کہ زخمی آدمی نے یہیں دم توڑ دیا تھا۔ صاحب نے پولیس ایمبولینس منگا کر اس کی لاش کروز بھیج دی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

آفس میں خان اس کا منتظر ہی تھا۔

"وہ کوئی ٹیکسی تھی، کچھ پتا نہیں چلا۔" بالے نے تھکے ہوئے انداز میں اندر داخل ہوتے ہوئے بتایا۔

"میرا خیال ہے کوئی ٹیکسی سے نہیں چلائی گئی ہوگی۔"

"کیوں؟" بالے نے پوچھا۔

"ٹیکسی والا چاہتا تو اسے اور کہیں بھی ختم کر سکتا تھا، ہمارے ہی دروازے پر کیوں اس کی ضرورت پیش آئی۔"

"ممکن ہے وہ ایک پنتھ دو کاج کی مصداق پر عمل کر رہا ہو، یعنی ایک طرف ہمیں اپنے خوفناک پن سے دھمکانا اور دوسری طرف اس آدمی کو کچھ کہنے سے پہلے ہی خاموش کر دینا۔" بالے نے رائے دی۔

"کبھی کبھی سوچنے تو لگتے ہو تم، لیکن میں سمجھتا ہوں ان لوگوں کو کہیں اور اس بات کا موقع ہی نہیں ملا ہوگا اور مجبوراً انھوں نے آخری وقت پر گولی چلا دی ہوگی۔" خان نے کہا۔

Akram Allahabadi

"مگر وہاں تو صرف ایک ٹیکسی سے وہ آدمی ہی اترتا دیکھا گیا تھا۔ پھر گولی کون چلا سکتا ہے۔ اور اگر کسی دوسرے نے چلائی ہوتی تو ٹیکسی والے کو ٹیکسی سے اتر کر بھاگنے کی کیوں ضرورت پیش آئی؟" بالے نے سوال کیا۔

"سوچنے کے پہلو تو بہت سے ہو سکتے ہیں۔ ممکن ہے وہ خوفزدہ ہو کر بھاگا ہو، ممکن ہے اس جھنجھٹ میں پھنسنے سے بچنے کے لیے بھاگا ہوگا۔ بہر حال اصل بات تو اتنی سی ہے کہ کسی نے اس کلرک کو ہمارے گھر کے دروازے پر دن دھاڑے خون کر دیا ہے۔"

"کلرک کا؟ تو کیا اسے شناخت کر لیا گیا؟"

"اس کی جیب سے ایک چھوٹی سی ڈائری برآمد ہوئی اور اس پر اس کا نام اور پتا لکھا ہوا تھا۔"

"میں پھر بھی کہوں گا کہ فائر ٹیکسی سے ہی کیا گیا ہوگا، کیونکہ ٹیکسی کے سڑک پر چلتی دوسری ٹیکسیوں میں شامل ہو کر تلاش کو ناکام بنا دینے کے امکانات زیادہ ہیں۔"

"خیر یونہی سمجھ لو، میں تمہارے نظریے کی تردید نہیں کرتا، مگر سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟ اور کس نے کیا؟ اور وہ آدمی ہمارے پاس کیوں آیا تھا؟"

"ظاہر ہے کوئی خاص اطلاع دینے۔"

"کیسی ہوگی وہ اطلاع؟"

"میں کوئی پیر روشن ضمیر نہیں ہوں۔"

"یہی تو تمہیں معلوم کرنا ہے، برخوردار۔"

"مجھے...؟ کیا دوسری دنیا میں جا کر ملوں اس سے؟"

"صرف اسی دنیا میں۔ آج رات کا کھانا ہوٹل ڈی اسکیر میں کھائیں گے۔"

"کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے۔"

"کیا مطلب؟"

Akram Allahabadi

"شاید ایک سال کے بعد آپ ایک شاندار ہوٹل میں ڈنر تناول فرمانے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔"

"شاید۔" خان مسکرا کر چپ ہو رہا۔

"لیکن یہ آج غیر مشرقی ہوٹل کیسے یاد آ گیا آپ کو؟"

"مرنے والا وصیت کر گیا تھا کہ ہم رات کا کھانا اگر اسی ہوٹل میں کھائیں تو اس کی روح کو ثواب پہنچے گا۔"

"اس وقت موڈ میں ہیں آپ۔"

"پھر۔"

"ایک سفارش کرنا چاہتا ہوں۔"

"فرمایئے۔"

"جینی کو فورس میں لے لیجیے۔"

"سفارش کی ضرورت نہیں، اس کا تقرر بھی کیا جا چکا ہے۔"

"کہاں؟" بالے نے حیرت سے کہا۔

"خود دیکھ لوگے، سر دست بور نہ کرو۔"

"اچھا، وہ کلرک کون تھا؟"

"ایک پرائیوٹ نیویگیشن کمپنی کا ملازم۔"

"تو وہ کمپنی؟"

"تحقیقات جاری ہے، انسپکٹر ڈی سوزا کو مقرر کر دیا ہے۔"

"اجازت ہو تو اس یتیم کو بھی بلا لیا جائے۔"

"شوکت کو؟"

"جی ہاں، اکیلے تو کسی مغربی طرز کے ہوٹل میں قدم رکھتے اس کی روح فنا ہوتی

Akram Allahabadi

ہے، لیکن شوق اتنا ہے کہ میرے پیچھے پڑا رہتا ہے۔"

"ہُم..." خان سوچنے لگا۔ "ٹھیک ہے، تم اسے ساتھ رکھنا، میں الگ رہوں گا۔"

"لیکن ہمیں کرنا کیا ہوگا؟"

"وہاں کی صورتِ حال، مستقل گاہکوں اور مکینوں کو اسٹڈی کرنا ہے۔ کلرک کی موت اور اس اطلاع کا تعلق اسی ہوٹل سے ہے، جس کے لیے اسے ختم کر دینا ضروری سمجھا گیا ہے۔"

"بہتر ہے، میں شوکت کے نام سے پہلے ہی ٹیبل بک کرائے لیتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" خان یہ کہہ کر اپنے کام میں مصروف ہو گیا اور بالے سلام کر کے باہر نکل آیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

مان نہ مان

ہوٹل ڈی اسکپر ابھی دو سال ہوئے تیار ہوا تھا۔ یہ ایک بین الاقوامی کمپنی کی ملکیت تھا، جو دنیا کے تمام بڑے بڑے شہروں میں اپنے ہوٹل رکھتی تھی۔ اس ہوٹل کی صرف عمارت ہی اتنی شاندار تھی کہ جب یہ بن کر تیار ہوا تھا تو لوگ محض اس کی خوبصورتی اور زیبائش ہی دیکھنے جایا کرتے تھے۔ اس میں زیادہ تر غیر ملکی ہی ٹھہرا کرتے تھے۔ ویسے کوئی نسلی یا قومی پابندی نہ تھی۔ اکثر بین الاقوامی مشن بھی یہاں قیام کرتے۔ اور پچھلے دنوں جب ایک افریقی ثقافتی طائفے نے یہاں قیام کیا تھا تو بعض سفید فام لوگوں کو یہ بات ناگوار گزری تھی جس کی وجہ سے ایک ناخوشگوار واقعہ ظہور میں آگیا، مگر مقامی حکام نے ہوٹل کے منتظمین کو جب یہ وارننگ دی کہ اس ملک میں کسی ملکی یا غیر ملکی کے ساتھ کسی قسم کا نسلی یا قومی امتیاز نہیں برتا جا سکتا، تو سفید فام لوگوں کو مجبوراً سرد ہونا پڑا۔ بہر حال یہ ایک سال پرانی بات تھی اور تب سے منتظمین نے ہوٹل کے ہال میں کاؤنٹر کے پاس ہی نوٹس لگا دیا تھا، جس میں یہ اعلان موجود تھا کہ بلا امتیاز قومیت، نسل و مذہب، یہاں ہر ملک وخیال کے لوگ قیام کر سکتے ہیں۔

ہوٹل کا ریکریشن ہال مستقل گاہکوں اور قیام کرنے والوں کے علاوہ عام لوگوں کے لیے بھی کھلا ہوا تھا، لیکن یہاں سروس چارجز اتنے تھے کہ صرف باحیثیت لوگ ہی یہاں آنے کی ہمت کرتے تھے۔ ہوٹل ڈی اسکپر کی شامیں بڑی خوشگوار ہوا کرتی تھیں۔ جب ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں ہری ہری دوب پر میزیں اور آرام کرسیاں لگا دی جاتیں اور اس پر کیف خنکی میں آرام کرسیوں پر نیم دراز ہو کر یہاں کے مستقل گاہک یا قیام کرنے والے شام کے اخبارات یا رسائل وغیرہ دیکھا کرتے۔ ہال میں اس وقت اتنی بھیڑ ہو جاتی تھی کہ کوئی میز خالی نظر نہ آتی، مگر رات ہونے پر تھوڑی دیر کے لیے میزیں خالی ہو جاتیں، جب شام کی تفریح والے واپس

چلے جاتے۔اور پھر دوبارہ ساڑھے سات آٹھ بجے سے ہال کی نشستیں پر ہونا شروع ہوتیں، کیونکہ مستقل گاہک اور مہمان ساڑھے سات بجے سے ہی کھانے سے فارغ ہوجایا کرتے تھے۔اور ان کے لیے رات کی تفریح کے پروگرام میں کبھی ہال ڈانس، کبھی بیلٹ اور کبھی کوئی خصوصی آئٹم ہوجایا کرتی تھی۔آج تین رقاصائیں فری ڈانس پیش کرنے والی تھیں۔ان میں سے ایک نیوزی لینڈ کی اور دو لندن کے اطراف کی لڑکیاں تھیں، جو اپنے وطن میں مقبولیت کے مواقع نہ پاکر ان بین الاقوامی ہوٹلوں کے اسٹاف میں شامل ہوگئی تھیں۔

شوکت نے ڈی اسکیپر کی تعریف تو بہت کر رکھی تھی، لیکن کبھی یہاں آنے کی ہمت نہیں ہوئی تھی، کیونکہ مغربی تہذیب سے نابلد ہونے اور انگریزی کے معاملے میں صفر کی حیثیت رکھتے ہوئے وہ ایسے ہوٹلوں کے دروازے پر قدم رکھنے سے بھی ہچکچاتا تھا۔ممکن ہے یہ اس کا احساس کمتری رہا ہو، یا احساس اجنبیت، لیکن جب آج خود بالے نے اسکیپر کے پروگرام کے لیے اسے دعوت دی، تو وہ سر کے بل چلنے کو تیار ہوگیا۔مغربی طرز کے ہوٹلوں میں اس کے لیے سب سے زیادہ دلچسپی کی چیز ننگی پنڈلیاں ہوا کرتی تھیں اور اس کی اس کمزوری نے اسے گدھا بنا رکھا تھا۔

وہ جب کیوڈر کی بوچھاڑیں کوٹ کے کالر اور سینے پر مار کر گھر سے نکل رہا تھا، تو شامتِ اعمال سامنے آگئی۔

"یہ آج دولہا بن کر کہاں جا رہے ہیں شوکت میاں؟" پری بیگم کے والد صاحب اسٹڈی روم سے نکلتے ہوئے بولے۔

"جی...وہ...یانی کہ...یانی کہ بالے بھائی کا انلار جمنٹ ہے ناآج۔"

"کیا؟" بالے چونکا۔

"ارے وہی منگنی وگنی کا بہانہ بنا رہا ہوں، یار۔" شوکت نے سرگوشی کے لہجے میں اسے سمجھایا۔

Akram Allahabadi

"اوہ، انگیج مینٹ (Engagement)۔" بالے مسکرایا۔

"جی ہاں، جی ہاں، کچھ ایسا ہی معاملہ ہے۔" بالے نے شوکت کی تائید کردی۔

"چہ خوش، اور ہمیں تم نے پوچھا بھی نہیں؟ بھئی، ہم تو بن بلائے ہی چلیں گے، جیسے شوکت میاں، ویسے تم۔" برکت میاں زبردستی پر اتر آئے۔

"ہائیں...." شوکت کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "لو بیڑا غرق۔ اب بھگتو انھیں۔" شوکت نے بالے کو ٹھونکا دیا۔

"وہ دیکھیے نا، آپ کے بغیر بھلا یہ تقریب کیسے ہوسکتی ہے۔ آج تو ہم لوگ صرف تاریخ وغیرہ طے کرنے جارہے ہیں۔"

"لاحول ولاقوۃ۔" پری بیگم کے والد بڑبڑائے۔ "یہ کیا نامعقولیت ہے۔ یعنی کہ تم اپنی منگنی طے کرنے جارہے ہو۔ ارے میاں، ایسے کاموں میں بڑے بوڑھے جایا کرتے ہیں آگے۔" برکت میاں نے کالی بلی کی طرح راستہ کاٹ کر قریب آتے ہوئے کہا۔

"فرمانا تو بجا ہے آپ کا، لیکن... لیکن سوچا آپ کو کیوں تکلیف دی جائے۔ برسوں کے بعد تو آئے ہیں آگے آرام کیجیے۔"

"ارے، واہ واہ، کیا بات ہوئی یہ بھی۔ نیک کام میں تکلیف وکلیف کیسی۔ اے او شمو، میرے کپڑے نکال، میں ابھی تیار ہوا جاتا ہوں۔" انھوں نے بآوازِ بلند شمو کو آواز دی۔

"کہاں جارہے ہیں آپ، ابا جان؟" اندر سے پری بیگم کی کھنکتی آواز سنائی دی۔

"لو، اور مرے۔ ایک نہ شد دو شد۔" شوکت بڑبڑایا۔

"کہیں نہیں، بیٹی۔ ذرا بالے میاں کی منگنی وغیرہ طے کرنے جارہا ہوں۔"

"ارے واہ، تو میں بھی چلوں گی۔" پری بیگم یہ کہتی ہوئی سامنے ہی نکل آئیں اور ایک بار شوکت ان پر نظر ڈال کر چکرا گیا۔ واقعی وہ اس وقت پری بیگم ہی معلوم ہو رہی تھیں۔ سبز فراک، سبز غرارے اور ہلکے سبز دوپٹے میں انھیں سبز پری تسلیم کرنا بیجا نہ ہوتا۔ ان کا یہ لباس

گورے گورے بدن پر پھوٹا پڑ رہا تھا۔ بالے کو اس وقت شوکت پرلے سرے کا گدھا معلوم ہونے لگا۔ اتنی حسین لڑکی گھر میں موجود اور کمبخت شہر بھر میں تلاشِ حسن کرتا پھرتا ہے، لیکن شوکت کا بھی کیا قصور تھا اس میں۔ وہ اس کا مذاق ہی اس طرح اڑاتی تھی کہ وہ احساسِ کمتری میں مبتلا ہو کر اس سے برگشتہ ہو گیا تھا۔ بلکہ اب تو اسے ایک طرح گھر میں رہتے ہوئے بھی کوفت سی ہونے لگی تھی۔

"کیا واقعی آپ کی منگنی ہو رہی ہے؟" پری بیگم نے بالے سے ہی براہِ راست سوال کیا۔

"شوکت بھائی کی مہربانی ہے۔" بالے نے شوکت کی طرف اشارہ کیا۔

"اچھا تو انھوں نے ڈھونڈی ہے لڑکی آپ کے لیے۔"

"یونہی سمجھ لو۔"

"تب تو یقیناً شاہکار ہوگی قدرت کا۔"

"کیا مطلب؟" شوکت چونک پڑا۔ وہ اتنا گیا گزرا بھی نہ تھا کہ مذاق اڑانے والا لہجہ نہ سمجھے۔

"ان کا مطلب ہے بہت خوبصورت ہوگی، ان ہی کی طرح۔" بالے نے شوکت کو ٹھنڈا رکھنے کی کوشش کی۔

"جائیے، آپ نے تو مجھ ہی کو لے ڈالا۔" پری بیگم نے کسی قدر شرماتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں کائے کو ان کی جیسی کائے کو ہوگی۔" شوکت نے بالے کو شبے کی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ارے بھئی، میں نے تو صرف خوبصورتی کی مثال دی ہے۔" بالے ہنسنے لگا اور جاگیردار برکت نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ شوکت نے اب پری بیگم کی طرف دیکھا، وہ بھی مسکرا

Akram Allahabadi

رہی تھی، اس لیے سمجھ کر کہ نہ ہنسا تو برادری میں اکیلا بیوقوف شمار ہو گا، اس نے بھی دانت نکال دیے۔ شمو بھی جھنجلایا ہوا تھا، اس لیے وہ کسی مرے ہوئے چوہے کی طرح چٹکی میں پری بیگم کے والد صاحب کی شیروانی کا کالر سے تھامے یہیں لے کر آ پہنچا۔

"لیجیے، میاں۔"

"اے لو، نالائق کی بھی تک ہوتی ہے، یہیں لے آئے۔"

"آپ تیار ہو کے گاڑی میں آیے، ہم لوگ چل کر انھیں خبر کر دیتے ہیں کہ آپ تشریف لا رہے ہیں۔" شوکت کو اچانک عقل آ گئی اور بالے اس لیے خاموش رہا کہ بات تو تک کی تھی۔

"اچھا، اچھا، مگر کہاں، پتا کہاں ہے؟"

"پتا...؟ ہا..." شوکت بے بسی سے بالے کی طرف دیکھنے لگا اور فوری طور پر بالے کو بھی کوئی معقول پتا یاد نہ آیا، اس لیے اس نے خان کے بنگلے کا پتا دے دیا۔

"خیر، تم لوگ چلو، میں بس دس منٹ میں تیار ہو کر آتا ہوں۔" جاگیر دار برکت بولے، مگر انھیں پھر کچھ یاد آ گیا۔ "ارے میاں، میں تمہارا پورا نام کیا بتاؤں گا، یعنی ولدیت وغیرہ بھی۔ آخر بات تمہاری طرف سے کرنی ہے نا۔"

"جی... میرا پورا نام محسن میاں بالے خاں ہے۔ باپ کا نام اچھن خاں میاں کالے خان تھا۔" بالے نے اتنی معصومیت سے کہا کہ برکت میاں کو تو یقین سا آ گیا، لیکن پری بیگم ہنس پڑی اور شوکت کو چھینک کے بہانے ہنسی روکنی پڑی۔

"ارے، تو آپ بھی کسی جاگیر دار خاندان سے ہی معلوم ہوتے ہیں۔" برکت میاں نے کہا۔

"ابا جان مرحوم رامپور کے نوابوں کی کسی پیڑھی سے اپنا سلسلہ ملایا کرتے تھے۔ مجھے تو معلوم نہیں۔" بالے نے پوری سنجیدگی سے بتایا۔

Akram Allahabadi

"سبحان اللہ، سبحان اللہ ۔ مجھے تو پہلے ہی شک تھا کہ تم کسی شاہی خاندان سے ہی ہو۔"

شوکت سے ہنسی ضبط نہ ہو رہی تھی، اس نے اس گفتگو میں فل اسٹاپ لگانے کے لیے بالے کے بازو میں چٹکی لی۔

"دعا ہے آپ کی۔" بالے نے اظہارِ انکساری کی۔

"بس بس، اتنا ہی کافی ہے، باقی سلسلہ جنبائی میں خود کرلوں گا، اب تم لوگ جاؤ۔" جاگیردار برکت نے اندر کی طرف جاتے ہوئے کہا۔

"میں بھی چلوں؟" پری بیگم نے بھی آمادگی ظاہر کی۔ اور شوکت کا خون اور خشک ہوگیا۔

"کماری نہیں یانی کہ کنواری عورتیں نہیں جایا کرتیں ایسے معاملوں میں۔" وہ جل کر بولا۔

"اور کنوارے مرد جایا کرتے ہیں۔" اس نے برجستہ جواب دیا۔

"نہیں، یانی کہ ہاں، اور نہیں تو کیا۔"

"اچھا، ہمیں اجازت دیجیے۔" بالے نے ان کی گفتگو میں دخل دیتے ہوئے شوکت کا بازو پکڑ کر اسے دروازے کی طرف گھسیٹتے ہوئے کہا۔ پری بیگم ہنستی رہ گئی۔ بالے نے شوکت کو جھاڑا۔

"تمہارے ایک بھونڈے سے جھوٹ نے اتنا وقت برباد کرایا۔"

"اے لو، تو اور کیا کہتا۔ بڈھا باپ ہی بنا جاتا ہے۔"

"بن جائے تو کیا حرج ہے؟"

"یانی کیا؟"

"یانی یہ کہ خسر بھی باپ کے برابر ہوا کرتا ہے۔"

Akram Allahabadi

"ارے کاے کا خسر مسر، وہ سالی مزاخ اڑاتی ہے میرا اور میں اس سے شادی کرلوں گا، بھینگی پڑ گئی میرے۔"

"تو میں کرلوں؟" بالے نے اسے تپایا۔

"کون...؟ تو م...؟ شرم نہیں آتی، میاں خاں۔ دوست کے گھر میں ڈاکا ڈالتے ہوئے۔"

"عجیب کمبخت ہو، نہ خود شادی کرو نہ کرنے دو۔ آخر کسی سے تو ہوگی اس کی؟"

"ہوگی جاؤ، کالے چور سے ہوگی۔ مگر تم سے نہیں ہوگی۔"

"خیر دیکھا جائے گا۔ مگر اب چلیں گے کیسے؟ میں تو گاڑی لایا نہیں اور تمہاری وہ لے جائیں گے۔"

"میری گاڑی تھوڑی، ان کو دوسری کھٹارا گاڑی ملے گی، جو راستے بھر خیریت پوچھتی چلتی ہے۔" شوکت نے بتایا۔ "میں ڈرائیور کو بولے دیتا ہوں۔"

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

ڈی اسکپر

نصف گھنٹے بعد وہ ڈی اسکپر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ بالے یہاں شوکت کے نام سے پہلے ہی ٹیبل ریزرو کروا چکا تھا اور اس وقت ایک دو مخصوص کردہ ٹیبلوں کے علاوہ باقی تمام نشستیں پر ہو چکی تھیں۔ اس ہال سے ملے ہوئے ڈائننگ ہال میں کچھ لوگ ابھی رات کا کھانا کھا رہے تھے اور بڑے ہال میں کہیں کہیں ہالس وائن کی بوتلیں میزوں پر نظر آ رہی تھیں۔

جب سے شراب بندی کی گئی تھی، پینے اور پلانے والوں نے قانون کو دھوکا دینے لیے ہالس وائن کے نام کی ایک ٹانک ایجاد کرلی تھی۔ یہ شراب اگر چہ نشے میں ہلکی اور خوشبو میں ذرا مختلف تھی، لیکن زیادہ پی جانے پر گہرا نشہ طاری کر دیتی تھی۔ شوکت للچائی ہوئی نظروں سے ان نیم شرقی نیم مغربی کو دیکھ رہا تھا، جو مختلف میزوں پر اپنے دوستوں، اجنبیوں یا رشتے داروں کے ساتھ بیٹھی اس انداز سے ہنس ہنس کر گفتگو کر رہی تھیں، جیسے اپنے گھر میں بیٹھی ہوئی ہوں۔ ان کی ننگی ننگی، گوری گوری پنڈلیاں ترقی پسندی کی اس نمائش گاہ میں نوجوانوں کے علاوہ ان بوڑھوں کی ترسی آنکھوں کی غذا بھی بنی ہوئی تھیں، جو ہالس وائن کے سرور میں چند لمحوں کے لیے جوانی کے خواب دیکھنے لگے تھے۔ ان ازلی بھوکوں میں شوکت بھی شامل تھا، لیکن بالے کی نظریں ہال میں موجود ان تمام چہروں کا جائزہ لے رہی تھیں، جو اس کے لیے انجان تھے۔ اسے خان ابھی تک کہیں نظر نہیں آیا تھا۔ ویسے یہ ایک دوسری بات تھی کہ وہ میک اپ میں ہو۔

''صاحب، ہالس وائن۔'' ایک بیرے نے شوکت کے پاس آ کر جھکتے ہوئے کہا اور شوکت پلٹ پڑا۔

''تم خود سوائن۔ یو فول ایڈوکیٹ، بلاڈی باسٹرڈ۔'' شوکت کے منہ سے انگریزی گالیوں کا طوفان امنڈ آیا۔ وہ اسی قسم کی گالیاں بکا کرتا تھا، جو اس نے دوسروں سے سن کر یاد

کر لی تھیں۔صحیح یا غلط، بہر حال انگریزی گالیاں تھیں۔وہ شاید ایڈ ووکیٹ کو ہی ایڈو کیٹ کہہ رہا تھا۔

"کیا بات ہے؟" بالے نے چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے پوچھا۔

"سالا ہالوسوائن بولتا ہے۔چڑی کا تین۔بیرے کی اوقات۔"شوکت کا غصہ اور تیز ہو گیا، مگر بالے بیرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"صاحب، میں نے ہالس وائن کے لیے پوچھا تھا اور صاحب گرم ہو گئے۔"بیرا معصومیت سے بولا۔

"تو یہ بات ہے۔"بالے شوکت کو گھورنے لگا۔

"کیا بات ہے؟تم کیا اس کے حمایتی بن رہے ہو؟"

"اس نے ہالس وائن کے لیے پوچھا اور تم نے فوراً اس کا مطلب نکال لیا۔"

"ہالسائن کیا ہوتی ہے؟"

"وہ جو لوگ میزوں پر رکھے پی رہے ہیں، شراب۔"

"لاحول ولاقوۃ۔تو مجھے کیا معلوم تھا۔اچھا بھائی بیرے، صاف ماف کرنا یار۔مجھے وہیانی کہ قلط فہمی...اونہہ نہہ...غلط ہمی...شش...قلط فہی..."شوکت بری طرح اٹک گیا، وہ ان الفاظ پر بار بار گڑبڑا جایا کرتا تھا۔اس سے غلط فہمی کا صحیح تلفظ بڑی مشکل سے ادا ہو جاتا۔

"جاؤ صرف کافی لے آؤ۔"بالے نے بیرے کو یہ کہہ کر رخصت کر دیا اور شوکت کو گھورنے لگا۔

"کیوں؟گھور کاے کو رہے ہو؟"

"یہ مہذب لوگوں کی جگہ ہے۔اپنی کھوپڑی اور زبان دونوں قابو میں رکھنی چاہئیں۔"

"مجیں رکھتے جاؤ کیا کریں گے سالے موذب ووذب۔"شوکت اور چڑ گیا۔

''جہنم میں جاؤ۔'' بالے جھنجلا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ اس کی نظریں خواہ مخواہ اس گورے رنگ کی نازک اندام لڑکی کی طرف اٹھ گئی تھیں، جو ابھی ڈائننگ ہال سے ایک ادھیڑ عمر کے صحت مند سفید فام آدمی کے ساتھ نکل کر باہر آ رہی تھی۔ اس کا انداز خرام بڑا پر کشش تھا۔ اس نے پیروں میں سپاٹ تلووں کے جوتے پہنے ہوئے تھے اور سلیٹی رنگ کا سایہ اس کے جسم پر کھلا پڑ رہا تھا۔ اس کے بال سرخی لیے ہوئے سنہرے تھے اور آنکھیں بہت خوبصورت تھیں۔ کانوں میں شاید قیمتی قسم کے جڑاؤ ٹاپس پہنے ہوئے تھے، ممکن ہے ان میں ہیرے لگے ہوں، کیونکہ روشنی میں ان سے کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ اس کے ساتھ والا آدمی قد آور اور کسی قدر غصہ آور شکل کا تھا۔ اس کی مونچھیں سنہری اور مختصر تھیں۔ وہ سلیٹی رنگ کے گرم سوٹ پہنے ہوئے تھا، جس سے بالے کو یہ اندازہ لگانے میں وقت نہیں ہوئی کہ وہ ڈائننگ ہال سے نکل کر ضرور آئے ہیں، لیکن مرد کے جسم پر ڈنر سوٹ نہیں تھا۔ نہ ہی وہ لڑکی کھانے کی میز والا لباس پہنے ہوئے تھی۔ پھر آخر ان کا ڈائننگ ہال سے نکل کر آنا کیا معنی رکھتا ہے، جبکہ انھیں ہال کے اندر جاتے ہوئے بھی اس نے نہیں دیکھا۔ وہ یہی سوچ رہا تھا کہ بیرا کافی کی ٹرے لے آیا۔

''اور کچھ، صاحب؟''

''اوہ، نہیں، پھر بعد میں۔ مگر ہاں سنو۔'' بالے نے اسے جاتے جاتے ٹوک دیا۔ وہ ٹھہر گیا۔

''کیا ڈائننگ ہال کا کوئی اور راستہ بھی ہے؟'' بالے نے اس سے پوچھا۔

''نہیں، صاحب۔ صرف اوپر والوں کے لیے اندر ایک زینہ ہے۔ ادھر تو یہی ایک دروازہ ہے۔'' بیرے نے بتایا۔

''خیر خیر۔'' بالے یہ کہہ کر دوسری طرف دیکھنے لگا اور بیرا چلا گیا۔

''یہ تم بیرے سے کیا پوچھ رہے تھے؟'' شوکت نے بالے سے سوال کیا۔

''خیر و عافیت پوچھ رہا تھا، کیوں؟''

Akram Allahabadi

"نہیں، میں سمجھا اس... اس لڑکی کے بارے میں۔" شوکت کسی قدر جھینپتے ہوئے بولا۔

"کس لڑکی کے بارے میں؟" بالے نے انجان بن کر پوچھا۔

"ارے وئی، جسے ابھی تم گھور رہے تھے، جیسے تمہاری وہ ہو، یانی کہ رومیو۔"

"ہائے گدھے، بولنے کا شوق ہے، مگر الٹا ہی بولتے ہو۔"

"خدکے سے، جیسا جی چاہے گا بولوں گا، رومیو نہیں ہوگی تو جولیاٹ ہوگی سالی۔"

اچانک بالے چونک کر ایک طرف دیکھنے لگا اور شوکت کی نظریں اب اس جولیاٹ پر ہی جم کر رہ گئیں۔

نووارد وو ہٹلری مونچھوں کے ساتھ، ایک موٹے شیشوں کی عینک بھی لگائے ہوئے تھے اور اس نے کسی پرانے قسم کے دیسی عیسائی کی طرح واسکٹ والا گرم سوٹ پہن رکھا تھا۔ کوٹ لمبا اور ڈھیلا ڈھالا تھا اور جیب سے گھڑی کی چین لٹک کر کوٹ کے بٹن سے منسلک نظر آ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک نازک سی چھڑی تھی جسے وہ آہستہ آہستہ چلاتا ہوا میزوں پر جگہ تلاش کرنے لگا۔ پھر اسی انداز میں وہ میزوں پر جمے ہوئے چہروں کو ٹٹولتا ہوا بالے کی میز کی طرف بڑھنے لگا۔

وہ ان کی میز کے پاس ہی آ کر رک گیا۔ بالے نے دیکھا، شوکت اس دیسی عیسائی بوڑھے کو دیکھ کر برا سا منہ بنا رہا تھا، جیسے کسی حور کا تصور کرتے کرتے کوئی لنگور سامنے آ گیا ہو۔

"معاف کیجیے گا، میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟" بوڑھے نووارد نے بالے اور شوکت کی طرف دیکھ کر مہذب لہجے میں کہا۔

"نہیں نہیں، آگے بڑھو۔ فالتو نہیں ہے۔ اپنی ٹیبل مخصوص کرائی ہے کچھ۔" شوکت نے جلدی سے ٹکا سا جواب دے دیا۔

"خیر خیر، کوئی بات نہیں، شکریہ۔" یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا۔ بالے شوکت کو تنبیہی

نظروں سے دیکھ رہا تھا۔شوکت اس خاموش سوال کا مطلب سمجھ گیا۔

"ایسے بڈھے ٹھڈوں کو پاس بٹھا کر پتھر مزا آئے گا تفریح کا۔" اس نے خود ہی جواب دے ڈالا۔اور بالے اس کی احمقانہ ادا پر ہنس پڑا۔

"یہ مخصوص کیا بلا ہے، جاگیردار جی؟" اس نے پوچھا۔

"ایسا ہی تو ہے کچھ، وہ یانی کہ انگریزی میں رزرو کراتے ہیں جسے۔"

"مگر اجنبی لوگوں سے اس طرح نہیں پیش آیا کرتے۔"

"لو اور لو، ایک تو ویسے ہی ابھی تک کسی کے چوکھٹے کا دیدار نہیں ہوا قریب سے۔ اسے اپنی میز پہ بٹھا کے کیا انڈے دلاتے۔"

بدقسمتی سے اسی وقت ایک جوڑا نشستوں کی تلاش میں اس طرف آنکلا۔شوکت نے دیکھا، مرد کوئی پینتیس چالیس کا معلوم ہوتا تھا اور اس کے ساتھ بیس بائیس سال کی عورت یا لڑکی تھی۔وہ میاں بیوی ہی تھے، کم از کم بظاہر تو یہی معلوم ہوتا تھا۔مرد نے سوالیہ نظروں سے بالے کی طرف دیکھا، اور بالے شوکت کی طرف دیکھنے لگا۔شوکت شاید اس سوچ میں پڑ گیا کہ یہ ہم نشینی بھی غیر دلچسپ رہے گی۔شوہروں والی عورتوں سے وہ اتنا ہی گھبراتا تھا جس قدر کوئی اپنی شامت اعمال سے۔

"بیٹھیے بیٹھیے۔" بالے نے شوکت کو کاٹنے کے لیے خود ہی انھیں نشستیں پیش کردیں۔

"اوہ، بہت بہت شکریہ، لیکن یہ ٹیبل مخصوص ہے شاید۔"

"جی ہاں، مگر ہمارے دوسرے ساتھی نہیں آئے اتفاق سے۔آپ لوگ بیٹھ سکتے ہیں۔"

"دوبارہ شکریہ، کم آن، جینی۔" مرد نے اپنی ساتھی عورت سے کہا۔اور دونوں خالی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔شوکت نے ایک بار اور اس عورت کی شکل دیکھی۔تھی تو اچھی ہی، مگر بہر

Akram Allahabadi

حال غیر ملکی تھی۔اور لاکھ تفریح پسند ہوتے ہوئے بھی وہ کم از کم اتنا ضرور سمجھتا تھا کہ یہ بری معیوب سی بات تھی کہ کسی شادی شدہ عورت کو دلچسپی کی نظروں سے دیکھا جائے۔اس کی تفریح تو محض وقتی،اور وہ بھی سوسائٹی میں اپنے حسن و شباب کی نمائش پر تعریف پسند کرنے والی لڑکیوں تک محدود رہتی۔یا اگر جنون زیادہ بڑھ جاتا تو وہ ایک آدھ لڑکی سے عشق کر بیٹھتا،مگر اب تو وہ بالے کی شاگردی کرتے کرتے اس بات کا قائل ہو گیا تھا کہ زندگی کے جتنے بھی دن ملے ہیں، ہنستے کھیلتے گزار دینے چاہئیں۔البتہ اعتدال سے نہ گزرا جائے۔بالے نے اپنے فلسفے کے ثبوت میں اسے مولوی اسماعیل کو وہ شعر اچھی طرح رٹا دیا تھا، بلکہ ثبوت کے طور پر ان کی کتاب میں اسے چھپا ہوا بھی دکھایا تھا۔جس کے معنی لفظی طور پر یہی ہوتے تھے اور اب شوکت بھی موڈ میں آکر کبھی کبھی اس شعر کو گنگنانے لگتا۔اس وقت بھی وہ گفتگو کا کوئی پہلو نہ پا کر وہی شعر گنگنانے لگا:

؎ عیش کر دنیا میں غافل زندگانی پھر کہاں

اور زندگانی اگر کچھ رہ بھی گئی تو جوانی کہاں ملتی ہے

بالے کو ہنسی تو آئی،مگر وہ خاموش ہی ہو گیا۔اس جوڑے نے بیرے کو ہاف وائن کے لیے آرڈر دے دیا تھا۔

"مجھے ڈی کاسٹو کہتے ہیں اور یہ میری منگیتر ہے،سلویا۔" اس آدمی نے خود ہی اپنا اور اپنی ساتھی عورت نما لڑکی کا تعارف پہلے شوکت سے ہی کرایا۔

"مجھے شوکت میاں جاگیردار کہتے ہیں اور یہ..." کہتے کہتے شوکت بالے کی طرف گھوما ہی تھا کہ بالے خود بول پڑا۔

"میرا نام چونگھٹ میاں خاں جاگیردار ہے۔ان کا بڑا بھائی ہوں۔"

شوکت حیرت سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"چونگھٹ میاں خاں آپ کا نام؟" ڈی کاسٹو نے حیرت سے پوچھا۔

"بدقسمتی سے۔" باب سرد آہ بھر کر بولا۔ "ہم لوگوں میں اسی قسم کے نام ہوا کرتے ہیں۔" بالے نے بڑی معصومیت سے کہا۔ اور شوکت منہ پر رومال رکھ کر زبردستی ناک صاف کرنے لگا۔

"لیکن بڑے تو یہ معلوم ہوتے ہیں آپ سے؟" سلویا نے مسکرا کر پوچھا۔

"یہ بھی ایک اتفاق ہے، ورنہ پہلے میں ہی پیدا ہوا تھا۔"

"ہوتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دیکھنے میں چھوٹے بھائی بڑے معلوم ہوتے ہیں اور بڑے چھوٹے۔"

ڈی کاسٹو نے گویا بالے کی تائید کی اور شوکت کو خواہ مخواہ سر ہلانا پڑا۔

وہ اجنبی بوڑھا عیسائی، جسے ان کی میز پر جگہ نہیں مل سکی تھی، اس میز کے نزدیک پہنچ کر رک گیا، جس پر وہی سفید فام خوبصورت سی لڑکی اور اس کا سفید نسلی تندرست مگر ادھیڑ عمر ساتھی آ کر بیٹھے تھے۔ اس نے پہلے میز کی دو خالی نشستوں کی طرف اور پھر ان دونوں آدمیوں کی طرف دیکھا۔

"کیا مجھے یہاں جگہ مل سکے گی؟ وہ لوگ بڑے بداخلاق ہیں۔ حالانکہ ان کے پاس ابھی ابھی دو نشستیں خالی تھیں۔" اس نے بالے والی میز کی طرف اشارہ کر کے ان سے کہا۔

"ہاں ہاں، بیٹھ جایئے۔" وہ آدمی بے دلی سے بولا۔ بوڑھا اس کا شکریہ ادا کرتا ہوا بیٹھ گیا۔ مگر وہ آدمی شاید کسی کا منتظر تھا۔ اس کی نظریں بار بار ہال میں دوڑ رہی تھیں۔ لڑکی البتہ پرسکون نظر آ رہی تھی۔

"معاف کیجیے گا، آپ کرنل وارڈ تو نہیں ہیں؟" بوڑھے نے اس آدمی کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے اچانک سوال کیا۔

"کون...؟ میں...؟ نہیں تو، میں قطعی غیر فوجی قسم کا آدمی ہوں۔" وہ آدمی چونک کر بولا۔

Akram Allahabadi

"تو شاید میری نظروں کو دھوکا ہوا ہو، بہر حال معافی تو میں پہلے ہی مانگ چکا ہوں۔"

"کوئی بات نہیں۔" وہ آدمی نرمی سے بولا۔

"دراصل میں کرنل سے صرف ایک بار ہی ملا تھا۔ ہماری ملاقات منی پور کے فوجی محاذ پر ہوئی تھی، جب میں میجر تھا، لیکن زندگی میں اس جیسا شریف انسان میں نے کبھی نہیں دیکھا۔" بوڑھا خود ہی کہنے لگا۔

"مجھے فوجی آدمیوں کی شرافت کا تجربہ نہیں ہے۔" ادھیڑ عمر کا آدمی روکھے سے لہجے میں بولا۔

"جی نہیں، جناب۔ وہ انگریز تھا۔ اور انگریز ذاتی طور پر بہت شریف اور مہذب ہوتے ہیں۔ میں ہندوستانی ہو کر بھی انھیں ہندوستانیوں پر ترجیح دیتا ہوں۔"

"کیوں؟" اس بار لڑکی سوال کر بیٹھی۔

"ہندوستانی فطرت کے لحاظ سے سادہ لوح سہی، لیکن تہذیب کے دائرے میں ان کی حیثیت جنوبی امریکہ کے سیاہ فاموں سے زیادہ نہیں۔"

"ہوسکتا ہے یہ آپ کا تجربہ ہو، ورنہ میں نے تو ہندوستانیوں کو بڑا مہمان نواز پایا ہے۔" لڑکی نے کہا۔

"کاش آپ غیر ملکی ہونے کی بجائے کوئی اینگلو انڈین ہوتیں، اس وقت آپ کو معلوم ہوتا کہ یہ لوگ ان سے کیا سلوک کرتے ہیں۔ میں اینگلو انڈین ہوں اور مجھے اس ذلت کا کافی تجربہ ہے۔ ہم اینگلو انڈین لوگ اس ملک میں دوغلے، حرامی اور نہ جانے ایسے کن کن خطابات سے نوازے جاتے ہیں۔ حالانکہ انگریزوں نے ہم سے کبھی نفرت نہیں کی، وہ ہم سے امتیازی سلوک کرتے تھے۔" بوڑھے نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ اپنی قوم اور اپنے ملک سے غداری کے جذبات رکھتے ہیں؟"

Akram Allahabadi

"بالکل نہیں، لیکن انگریزوں کے بالمقابل میں انھیں کم پسند کرتا ہوں۔"

"میں بھی انگریز ہوں۔" وہ آدمی بولا۔ "اور یہ میری ساتھی مس پارکر بھی، لیکن ہمیں یہ ملک اور یہاں کے لوگ پسند ہیں۔"

"انگریزوں کے اسی حسنِ اخلاق کی تعریف تو میں کر رہا تھا۔ بہرحال چھوڑیے۔ بات کرنل وارڈ سے شروع ہو کر کہاں تک پہنچ گئی۔ معاف کیجیے گا، میں نے آپ لوگوں کا بہت سا وقت برباد کر دیا۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔" سفید فام آدمی اسی قدر کہہ پایا تھا کہ پروگرام کی بیل بجنے لگی۔ مائک پر پروگرام کے آغاز کا اعلان کیا گیا اور ہال کی روشنیاں بجھنے لگیں۔ صرف ایسی روشنیاں برقرار رکھی گئیں، جن کا مدھم انعکاس ہال میں ڈھلتے چاند کی پھیکی چاندنی اجالا پیدا کر رہا تھا۔ پھر آرکسٹرا نے مدھم سروں میں ہال رقص کی دھن چھیڑ دی اور لوگ اپنی نشستوں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"آپ میرے ساتھ ناچنا پسند کریں گے؟" سلویا نے پیش کش کی۔

"کون...؟ میں...؟ ارے نہیں، مم... میرا ذرا پیٹ میں درد ہے۔" شوکت نے بہانہ بنایا۔

سلویا مسکرا دی اور اس بار اس نے بالے کی طرف پرشوق نظروں سے دیکھا۔ بالے نے ہاتھ بڑھا دیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

ہنگامہ

وہ دونوں بھی ہال ڈانس کے جوڑوں میں جا ملے۔ اور شوکت اور ڈی کا سٹو میز پر تنہا رہ گئے۔ شوکت کو اس وقت بالے کی یہ حرکت بڑی گراں گزری تھی۔ وہ دراصل سلویا کو باتوں میں لگا کر یہیں روک کر رکھنا چاہتا تھا، کیونکہ اسے باقاعدہ ٹریننگ لینے کے باوجود آج تک بال رقص کرنا نہیں آیا تھا۔ اور انکار کا مطلب بھی یہی تھا کہ کہیں سو آدمیوں میں بے عزتی نہ ہو جائے، مگر بالے نے ذرا بھی اظہار تکلف نہیں کیا۔ وہ اسے ساتھ لے کر چلا گیا۔

"اور تیں مورتیں ناچیں تو ایک بات بھی ہے۔ مردوں کے ناچنے کی کیا تک ہے۔ یانی کہ پھر فرق کیا رہ گیا۔" شوکت جھینپ مٹانے کے لیے خود ہی بڑبڑایا۔

"آپ کافی دقیانوسی خیالات کے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔" ڈی کا سٹو نے اس پر طنز کیا۔

"کاۓ کے خیالات کے؟" شوکت نے کچھ نہ سمجھ کر سوال کیا۔

"میرا مطلب ہے، پرانے خیالات کے۔" ڈی کا سٹو جلدی سے بول پڑا۔

"میاں خاں، اپنے باپ دادا تو سب ہندوستانی تھے۔ اپنے یہاں ایسے چیزوں کو اچھا نئیں سمجھا جاتا۔"

"خیر خیر، ہمیں اب خاموش رہنا چاہیے، ورنہ رقص میں ڈسٹرب ہوگا۔"

شوکت بھی اس کے ساتھ چپ ہو گیا، مگر بالے کو بڑی حیرت ہوئی جب اس نے اس بوڑھے کو اس سفید فام لڑکی کے ساتھ ناچتے دیکھا۔ وہ بڑی مہارت سے ناچ رہا تھا۔ بڑے سبک اور پر وقار انداز میں۔ بالے کی نظریں اس کی شخصیت کو ٹٹولنے کی کوشش کرنے لگا۔ لڑکی کا سفید فام ساتھی رقص میں شامل نہیں ہوا تھا۔ وہ شاید کسی کا منتظر تھا اور میز پر ہی بیٹھا تھا۔

Akram Allahabadi

اچانک کسی نے بالے کے بازو میں چٹکی لی۔اور اس نے سسکی بھر کر جب پلٹ کر دیکھا تو وہ بوڑھا رقص کرتا ہوا آگے بڑھ چکا تھا۔مس پار کر اس کے بازو میں تھی۔

"آپ تو نوجوانوں سے بھی اچھا ناچتے ہیں۔"

"آرمی میں میرا نام اس کے لیے مشہور تھا۔" بوڑھے نے اسے بتایا۔

بالے نے بوڑھے آدمی کی طرف دیکھا، وہ اسے کچھ اشارہ کر رہا تھا۔اور یہ بعد میں سمجھ میں آیا کہ اس کا اشارہ دراصل لڑکی کے ساتھی سفید فام کی طرف تھا۔بالے ادھر دیکھنے لگا۔ ہوٹل کے ایک بیرے نے ابھی ابھی اس پلیٹ میں رکھ کر ایک رقعہ پیش کیا تھا جسے میز کے نیچے ہاتھ رکھ کر وہ اپنی جیبی ٹارچ کی روشنی سے دیکھ رہا تھا۔اور اسی چیز نے شاید اس بوڑھے کی توجہ اس طرف منعطف کرا دی تھی۔بالے نے دیکھا ٹارچ کو بجھا کر سفید فام آدمی نے بیرے کی پلیٹ میں دو روپے کا ایک نوٹ ڈالا اور بیرا ادب سے جھک کر چلا گیا۔اس کے فوراً بعد ہی وہ آدمی اپنی نشست سے اٹھ کھڑا ہوا۔بالے کی نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ جاتے جاتے وہ اس بوڑھے دیسی عیسائی کو خشمگیں نظروں سے گھور رہا تھا، مگر جس وقت وہ بال رنگ کے قریب سے گزرنے لگا، تو دانستہ بالے نے سلویا کے ساتھ رقص کرتے کرتے ایک پیر اس طرح ترچھا کر دیا جیسے جھک رہا ہو۔اور اس کا پیر اڑتے ہی وہ فرش پر اوندھا گر پڑا۔لوگ چونک پڑے لیکن اخلاقاً بالے فوراً ہی اس پر جھک گیا اور فرش سے اٹھاتے ہوئے معذرت کرنے لگا۔

"مجھے بہت افسوس ہے، جناب، معاف کیجیے گا۔میں رقص کی دھن میں کھویا ہوا تھا۔" سفید فام آدمی نے کوئی جواب نہیں دیا۔وہ اپنے کپڑے جھاڑتا ہوا غضبناک نظروں سے اسے گھورتا ہوا آگے چلا گیا۔

اور لوگ ہنستے ہوئے پھر رقص میں شریک ہو گئے۔اتنی دیر میں بالے کا ہاتھ اپنی جیب میں جا کر واپس آ چکا تھا۔

"آپ نے جان بوجھ کر اس کے ٹانگ اڑائی ہے۔میں نے خود دیکھا ہے۔" سلویا

Akram Allahabadi

کے ان الفاظ نے اسے چونکا دیا۔

"نہیں تو... وہ تو..."

"جھوٹ نہ بولیے، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، مگر کیوں؟ آپ نے ایک شریف آدمی کے ساتھ ایسا مذاق کیوں کیا؟" سلویا کے لہجے میں غصہ جھلک رہا تھا۔

"بس یونہی جی چاہا، لیکن آپ کو کیوں تکلیف ہو رہی ہے؟"

"مجھے ایک شریف آدمی کے ساتھ رقص کرنے کے احساس سے تکلیف ہو رہی ہے۔ کیا معلوم تھا کہ آپ ایسے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ بالے کی بانہوں سے الگ ہو گئی۔

"چلو، خس کم جہاں پاک۔" بالے نے دونوں ہاتھ جھٹکے اور مسکرا دیا۔

وہ سیدھی شوکت والی میز کی طرف جا رہی تھی۔ شوکت اسے اس طرح واپس آتے دیکھ کر چونک پڑا، مگر اس نے شوکت کی طرف دیکھا بھی نہیں۔ وہ اپنے ساتھی کا بازو تھام کر کہنے لگی۔

"چلو، ڈی کاسٹو۔ ہم غلط لوگوں سے مل بیٹھے ہیں آج۔"

"کیوں؟ کیا ہوا آخر؟"

"وہ کوئی بدمعاش قسم کا آدمی معلوم ہوتا ہے۔ اس نے ابھی ابھی مسٹر ڈکسن کو بیرا ٹکرا کر گرا دیا تھا۔"

"کون...؟ کس نے...؟" شوکت نے بغیر سمجھے بوجھے اس سے سوالات کر ڈالے۔

"تمہارے ساتھی نے۔ وہ ضرور کوئی غنڈہ ہے اور تم بھی ویسے ہی ہو۔" لڑکی طیش میں آ کر بولی۔

"اے مس، یا ئی کہ سلویا، ذرا زبان سنبھال کے بات کرو۔ تم خد غنڈی ہو گی۔ بھوت دیکھی ہیں تم جیسی نخرے خور۔"

"مسٹر آپ کو کسی لڑکی سے ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔" ڈی کاسٹو غضبناک

ہو گیا۔

"اے لو، لڑکی ایسی ہوتی ہے؟ یہ تو اورت ہے اور وہ بھی پانی کہ آنچل مجھے مار والی۔" شوکت نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"میں کہتا ہوں، زبان کو لگام دیجیے اپنی۔"

"کیا...؟ پانی کہ لگاؤ گے تم۔ ابے، تم خود گھوڑے، تمہارا باپ گھوڑا، تمہارے دادا پردادا سب گھوڑے، بلکہ خچر، بلکہ گدھے۔" شوکت کی کھوپڑی پوری طرح گرم ہو گئی۔

"میں ابھی منیجر سے شکایت کر کے پولیس میں دیتا ہوں آپ کو۔" اس آدمی نے اسے دھمکی دی۔

"ہاں ہاں، کاہے کو نہیں۔ وہ بادشاہ چارج منجم تمہارے ہی باپ گز رے ہیں نا۔"

"تم بھی کسی بدتمیز آدمی کے منہ لگ رہے ہو۔ منیجر کو شکایت کر دو۔ وہ خود سمجھ لے گا۔"

"اے مس پھلجھڑی، زبان سنبھالو اپنی۔"

مگر اتنے میں دوسرے لوگوں کے اس طرح متوجہ ہونے کے ساتھ ساتھ خود منیجر بھی آ پہنچا۔

"کیا بات، مسٹر؟" اس نے بگڑے ہوئے لہجے میں شوکت سے پوچھا۔

"اے لو، آپ بھی حمایتی نکلے ان کے، پوچھو خد ان سے۔" شوکت نے منیجر کو بھی مخالفوں میں شامل کرتے ہوئے ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ صاحب گالیاں بک رہے ہیں دیر سے۔" ڈی کاسٹو نے شوکت کی شکایت کی۔

"جی ہاں، اور میری بے عزتی بھی کی ہے انھوں نے۔" سلویا نے بھی کہا۔

"کیا کہا تھا انھوں نے؟" منیجر نے شوکت سے پوچھا۔

"غندہ کس نے بولا تھا؟ پوچھو ان سے خود۔"

"تو ٹھیک ہی کہا تھا۔ آپ باتوں سے تو ایسے ہی معلوم ہوتے ہیں۔" منیجر کا لہجہ اور سخت ہو گیا۔

"ابے، خدا کے پے گیا تمہارا ہوٹل موٹل۔ ذرا پھر سے تو بولو کیا معلوم ہوتا ہوں میں؟" شوکت نے غصے میں آ کر کوٹ کی ہی آستین چڑھانی شروع کر دی۔ اسے واقعی طیش آ گیا تھا۔

"اس آدمی کو پکڑو، میں ابھی پولیس کو بلاتا ہوں۔" منیجر شوکت کی طرف اشارہ کر کے ملازموں سے بولا۔ اور وہ لوگ شوکت کی طرف بڑھا ہی چاہتے تھے کہ بالے بھیڑ کو چیر کر آگے بڑھ گیا۔

"کیا بات ہے، مسٹر؟" اس نے منیجر کو خونخوار نظروں سے دیکھ کر پوچھا۔

"کچھ نہیں، آپ لوگ دخل مت دیجیے۔" منیجر برا سا منہ بنا کر بولا۔ وہ کوئی بد مزاج آدمی ہی معلوم ہوتا تھا، یا ممکن ہے صرف ہندوستانیوں کے بارے میں ہی ایسا ہو، حالانکہ وہ خود نصف ہندوستانی تھا۔

"کیوں؟ ہندوستان کی حکومت مل گئی ہے تمہیں؟" بالے کا موڈ بھی بگڑ گیا۔

"تو تم بھی کوئی ان کے ہی ساتھی معلوم ہوتے ہو۔" منیجر نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"یس، منیجر۔ یہ آدمی پورا غنڈہ اور بد تمیز..." ایک سفید فام قسم کا آدمی جو منیجر کے قریب ہی آ کھڑا ہوا تھا بڑبڑایا۔

"کیا فرمایا آپ نے؟" بالے اس کی طرف پلٹا۔ "میں آپ کو دیسی آدمیوں کی توہین کرنے کے جرم میں گرفتار کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر بالے نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور شوکت کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

"کیا حرکت ہے یہ؟" منیجر چیخا۔

""اور تمھیں بھی۔تم نے ہماری ہی زمین پر ہمیں ان سفید فام لوگوں میں ذلیل کرانے کی کوشش کی ہے۔" یہ کہہ کر اس نے جیب سے ہتھکڑی نکال کر منیجر کے ہاتھ میں اتنی تیزی سے پہنادی کہ وہ پیچھے بھی نہ ہٹ سکا۔

کک کون ہوتم؟"منیجر ہکلایا۔

""میں ایک پولیس آفیسر ہوں اور جس نے بھی میرے کام میں مداخلت کی خواہ وہ ملکی ہو یا غیر ملکی ، میں اسے بھی حراست میں لے لوں گا۔" یہ کہہ کر وہ سلویا اور ڈی کاسٹو کی طرف متوجہ ہوا۔

""آپ لوگ بھی میرے ساتھ پولیس اسٹیشن چلیں گے۔"

""کیوں؟" سلویا نے بگڑے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

""آپ نے ایک پولیس آفیسر کی توہین کی ہے،اسے غنڈہ کہا ہے۔"

""مم ۔مگر..." اس نے کہنا چاہا۔

""صفائی سب عدالت میں دیجیے گا۔"

دیسی لوگوں کے معاملات تھے، اسی لیے بدیسی مہمانوں میں سے کسی نے دخل نہیں دیا۔وہ آپس میں ہی سرگوشیاں کرتے رہے تھے، لیکن اس وقت نہ ان میں بوڑھا عیسائی نظر آیا، نہ ڈکسن ، جو بالے کے پیروں سے ٹھوکر کھا کر گرا تھا۔البتہ اس کے ساتھ والی خوبصورت سفید فام لڑکی مس پارکر موجود تھی۔وہ خاموشی سے یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔

غصے کے عالم میں بالے یہ حماقت کر تو بیٹھا تھا، لیکن دل اس کا بھی اس خیال سے پریشان تھا کہ نہ جانے اس اقدام پر خان کے طرف سے اسے کونسا انعام ملے۔ڈانٹیں یا شاباش۔شوکت البتہ بہت خوش نظر آرہا تھا۔بلکہ اس کے معاملے میں تو پہلی بار بالے نے اس شاندار پن کا ثبوت دیا تھا۔بس اس نے یہی عقلمندی کی اس وقت، اس نے گرفتاریوں پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔وہ خاموش ہی رہا، کیونکہ بالے نے اسے اشارہ کر دیا تھا۔ان میں سے کسی نے بالے کے ساتھ جانے سے انکار نہیں کیا۔شاید وہ اور زیادہ الجھنا نہ چاہتے تھے۔

Akram Allahabadi

ان کے باہر جاتے مس پارکر کاؤنٹر کے پیچھے رکھے ہوئے فون کی طرف جھپٹی اور فون کے نمبر ڈائل کرنے لگی۔ دوسری طرف سے اسے ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

"سر، ڈی کاسٹو اور سلویا گرفتار کر لیے گئے۔"

"ٹھیک ہے، لیکن اس سے ہمارا مقصد پوری طرح حل نہیں ہوا۔ وہ دوسرا خطرناک آدمی کہیں نظر نہیں آیا ہے۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ممکن ہے وہ ہوٹل میں آیا ہی نہ ہو۔"

"ہاں ممکن ہے، لیکن مجھے اس بوڑھے میجر پر بھی کچھ شک سا ہو رہا ہے۔ کیا وہ اس وقت وہاں موجود ہے؟"

"نظر تو نہیں آ رہا ہے، لیکن سر، وہ تو کوئی فوجی آدمی ہی معلوم ہوتا ہے۔"

"پولیس کے آدمی فوجیوں سے زیادہ مختلف نہیں ہوا کرتے۔"

"پھر اب؟"

"اپنے کمرے میں جا کر آرام کرو، کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔"

"بہتر ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور کریڈل پر ڈال دیا اور باہر نکل آئی۔ ہوٹل میں لوگ اب تک چہ میگوئیاں کر رہے تھے اور بعض سفید آدمی اس وقت اظہارِ غضب میں بھی پیچھے نہیں تھے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اپنے سفارت خانوں کی معرفت یہاں کی حکومت سے پولیس کے اس رویے کی شکایت ضرور کی جائے گی۔

☆☆☆☆☆☆

"یہ رہا میرا استعفا۔" بالے نے ایک ٹائپ کیا ہوا کاغذ خان کے سامنے رکھ دیا۔

"نامنظور۔"

Akram Allahabadi

"میں ناقدری برداشت نہیں کرسکتا۔"

"آخر کیا کہا تم سے ڈپٹی کمشنر نے؟"

"متعدد سفارت خانوں کی معرفت اسکپر میں قیام کرنے والے سفید باشندوں کی شکایتیں پولیس کے خلاف موصول ہو رہی ہیں اور پھر ڈی سی پی صاحب ہندوستانیوں کی اس توہین کو توہین بھی نہیں سمجھتے۔"

"وہ غیر ملکیوں کی شکایتوں کی وجہ سے..."

"جی ہاں، مجھے وارننگ دی ہے کہ آئندہ اس ہوٹل میں قدم نہ رکھوں گا اور کوئی پولیس آفیسر اس کے منیجر سے اجازت کے بغیر اسکپر میں داخل نہ ہوگا۔"

"بہت خوب۔" خان مسکرایا۔

"کمال ہے، آپ بغلیں بجا رہے ہیں اور یہاں اعمال نامے میں وارننگ لکھ دی گئی ہے۔"

"تو ایک دن اسی وارننگ پر قابلِ تعریف الفاظ دیے جائیں گے۔"

"آپ بھی کہہ لیجیے، میں ذاتی طور پر آپ کی ہر خدمت کرنے کو تیار ہوں، لیکن میں یہ استعفا واپس نہیں لوں گا۔ جس محکمے کے لیے سر ہتھیلی پر رکھ کر میں نے کام کیا ہے، اس کی طرف سے یہ ناقدری برداشت نہیں کرسکتا۔"

"اوں..." خان سوچنے لگا۔ "اچھا خیر ٹھیک ہے، تم استعفا دے دو، میں بھی تمہاری یہ توہین پسند نہیں کرتا۔" خان نے سنجیدگی سے کہا۔

"واقعی؟" بالے نے حیرت سے منہ کھول دیا۔

"ہاں، ٹھیک ہی ہے، ایسی بے انصافی کے خلاف احتجاج کرنا ہی چاہیے۔"

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

"اب مجھے ذرا بھی افسوس نہیں۔" بالے خوش ہو کر بولا۔

"کس بات کا؟"

"اس نوکری کو چھوڑنے کا۔"

"لیکن تمہیں چھٹی نہیں دی جا رہی ہے، تم میرے ساتھ ہی رہو گے اور میرے ساتھ ہی کام کرو گے۔"

"ذاتی طور پر؟"

"ہاں۔ کم از کم اس کیس کے لیے میں چاہتا ہوں کہ تمہارے استعفا دینے کے بعد اس کیس کو تم ہی سے حل کرواؤں تا کہ ایک دن ان ہی حکام کو تم سے شرمندہ ہونا پڑے۔"

"اور اگر آپ سے بھی یہی کر بیٹھے تو؟"

"وہ میرے لیے زیادہ سے زیادہ سوچ سکتے ہیں، کر نہیں سکتے۔"

"تو پھر میرا استعفا فارورڈ کر دیجیے۔"

"ہاں، کر دوں گا، تم ابھی سے چلے جاؤ، لیکن گھر کے بجائے مجھے شوکت کے ہاں ملنا۔ باقی باتیں وہیں ہوں گی۔" خان نے اس کا استعفا اوپر فارورڈ کیے جانے والے کاغذات کی ٹرے میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"او کے، باس۔" بالے مسکرایا، پھر اٹینشن ہو کر اس نے ایڑیاں بجائیں اور باہر نکل گیا۔ خان کے لبوں پر اس وقت ایک پر اسرار مسکراہٹ چھائی ہوئی تھی۔ اسے بالے کے کاغذ کی طرف دیکھا، پھر اسے اٹھا کر پھر ٹرے میں ڈال دیا۔

لیکن ابھی وہ چپراسی کو بلانے کے لیے گھنٹی بجانے ہی جا رہا تھا کہ بالے پھر اندر گھس آیا۔

"ایک بات پوچھنا بھول گیا تھا۔" وہ بولا۔

"کیا؟" خان نے پوچھا۔

"رات میں نے مسٹر ڈکسن کی جیب جو کاغذ کا پرزہ غائب کر کے آپ کو دیا تھا، اس میں کیا لکھا تھا؟ روشنی پھیکی ہونے کی وجہ سے میں پڑھ نہیں سکا تھا اسے۔"

"اس میں صرف اس قدر لکھا تھا کہ ایک کا پتا نہیں چل رہا۔ سلویا کو ہدایت کر دی گئی ہے۔ موٹا کوئی اور ہے۔"

"یعنی؟" بالے نے پوچھا۔

"یعنی یہ کہ دو خطرناک آدمیوں میں سے ایک، یعنی تم انھیں نظر ہی آ گئے تھے، شوکت کو وہ جان نہ سکے اور دوسرا، یعنی میں، انھیں نظر ہی نہیں آیا۔"

"تو یہ جھگڑا سلویا نے ہی کھڑا کیا تھا؟" بالے نے پوچھا۔

"کیا تم بھی اتنے احمق ہو؟"

"جی نہیں، مگر میں پہلے یہی سمجھا تھا کہ واقعی وہ ڈکسن کو بیرا اڑ کر گرانے کا اسی طرح برا مان گئی ہے، جس طرح مہذب لڑکیاں غیر متوقع طور پر اپنے ساتھی کی کوئی اخلاق سے گری ہوئی حرکت دیکھ کر برا مانا کرتی ہیں۔" بالے نے بتایا۔

"تم بھی کل اوور ہوئے تھے۔" خان نے کہا۔

"میں اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکا تھا۔ شوکت میری وجہ سے کئی بار بے عزتی برداشت کر چکا ہے۔"

"خیر، جو ہوا ٹھیک ہی ہوا، کم از کم اس ہنگامے میں مجھے مس پارکر کی نظروں سے بچ نکلنے کا تو موقع مل گیا۔" خان بولا۔

"مس پارکر کون؟"

"جو میرے ساتھ رقص کر رہی تھی۔"

"واقعی تھی کچھ، میرا مطلب ہے کہ..."

Akram Allahabadi

''بس بس، باقی آئندہ۔''خان نے اس کی بات کاٹ دی۔

''تو میں جاتا ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے دوبارہ اٹینشن ہو کر سلام کیا اور خان نے جواب میں مصافحے کے لیے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

''سر دوست تم سارجنٹ بالے نہیں، مسٹر بالے ہو، ماتحت نہیں، دوست۔''

''جی دوست نہیں، چھوٹا خان۔''

''خیر خیر۔'' یہ کہہ کر وہ پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا اور بالے دونوں ہاتھ جھٹکتا ہوا پھر باہر نکل گیا۔

☆☆☆☆☆☆

مس پارکر ابھی صبح کے ناشتے سے فارغ ہوئی تھی کہ بیرے نے اس کے نام کسی کا فون آنے کی خبر کی اور وہ فون پہنے نیچے اتر کر منیجر کے آفس میں گھس گئی۔ منیجر اس وقت کہیں انتظامات میں مصروف تھا اور آفس میں کوئی نہ تھا۔

''ہیلو۔''اس نے رسیور اٹھا کر پوچھا۔

''مس پارکر۔'' دوسری طرف سے سرگوشی کرتی ہوئی آواز سنائی دی۔'' جانتی ہو میں کون ہوں؟ میں وہی میجر ہوں، بوڑھا آدمی۔''مس پارکر چونک پڑی۔

''اوہ، فرمایئے۔ کل تو آپ ہنگامہ ہوتے ہی غائب ہو گئے تھے۔''مس پارکر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''میں جب چاہتا ہوں غائب ہو جاتا ہوں اور جب چاہتا ہوں حاضر، لیکن میں دوسروں کو بھی غائب و حاضر کرنا جانتا ہوں۔'' وہ سخت سے لہجے میں بولا۔

''میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی؟''

''سمجھ کر انجان بننا چاہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں، لیکن تمہارے بالم کا شبہ غلط

نہیں۔غلط صرف یہ ہے کہ وہ مجھے پہچان نہیں سکا۔"

"آپ کیا بک رہے ہیں؟"

"اگر تمہیں معلوم ہوتا کہ تم کرنل وارڈ سے گفتگو کر رہی ہو تو شاید تمہیں ایسے الفاظ ادا کرنے کی جرات نہ ہوتی۔" آواز آئی۔

"آپ ضرور کوئی خبطی ہیں جو نہ جانے کس قسم کی بکواس کر رہے ہیں۔"

"میں صرف ایک ہی قسم کی بکواس کرتا ہوں اور وہ تمہارا باس سمجھ سکتا ہے۔اسے میرا صرف یہ پیغام پہنچا دو کہ اگر کالے آدمیوں کے اس ملک میں وہ اپنی عزت محفوظ رکھنا چاہتا ہے تو ہندوستانی کرنسی کی صورت میں ایک لاکھ نقد رقم لے کر کل رات مجھے الفغا کیوز (Elephanta Caves) کے اس غار میں ملے جہاں چار ہاتھوں والی بڑی مورتی بنی ہوئی ہے۔کل رات کو دس بجے۔اور وہ بھی زیادہ سے زیادہ صرف ایک آدمی کے ساتھ۔"

"میں کچھ نہیں جانتی، آپ کیا کہہ رہے ہیں، کس کے لیے کہہ رہے ہیں۔آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے شاید۔" مس پارکر نے لہجے میں معصومیت پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"میں تمہارے جواب کا منتظر نہیں ہوں، جس قدر کہا گیا ہے مسٹر ڈکسن تک پہنچا دو۔" یہ کہہ کر دوسری طرف سے فون کا سلسلہ ختم ہو گیا اور مس پارکر پریشان سی اٹھ کھڑی ہوئی۔

اپنے کمرے میں آ کر وہ کچھ دیر تک سوچتی رہی، پھر لباس تبدیل کرنے چلی گئی۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

لانگ فیلو

خان ابھی آفس سے اٹھ ہی رہا تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔اس نے رسیور اٹھالیا۔دوسری طرف سے نیشنل سٹی بینک کا منیجر بول رہا تھا۔

"جناب،ابھی تک تو کوئی خارجی کرنسی ایک لاکھ روپوں میں تبدیل کرانے نہیں آیا۔"اس نے کہا۔

"کیا اتنی بڑی رقم کا ایکسچینج کسی اور بینک میں بھی ہوسکتا ہے؟"

"سوائے رزرو بینک کے اور کہیں نہیں،اور وہ بھی اسٹیٹ بینک کی معرفت۔"اس نے بتایا۔

"خیر،شکریہ،لیکن ایسی کوئی پرائیوٹ فرمیں بھی ہیں جو اس کا کاروبار کرتی ہیں؟"

"میرے علم میں تو نہیں،لیکن ممکن ہے کچھ لوگ ایسا کرتے ہوں۔"

"بہتر ہے۔میں معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔ویسے پولیس نے آپ سے اس قسم کی مدد چاہی تھی،یہ آپ کسی پر ظاہر نہ کریں گے۔"

"اوہ،قطعی نہیں۔میں قانون کی ہر امکانی مدد کے لیے تیار ہوں۔"

"تھینکس ویری مچ۔"یہ کہہ کر خان نے فون رکھ دیا اور کسی گہری سوچ میں غرق ہوگیا۔تھوڑی ہی دیر کے بعد پھر فون کی گھنٹی بجی اور اس نے رسیور اٹھالیا۔دوسری طرف سے کوئی پوچھ رہا تھا۔

"کیا واقعی سارجنٹ بالے نے استعفا دے دیا ہے؟"

خان اس کی آواز پہچان گیا،یہ لانگ فیلو تھا۔

"ہاں بھئی،استعفا دے دیا ہے،لیکن اس کے استعفا سے لوگوں کو کیا واسطہ؟ جب

Akram Allahabadi

سے اخباروں میں یہ خبر شائع ہوئی ہے، نہ جانے کتنے فون آ چکے ہیں۔"

"لوگوں کو کوئی واسطہ ہو یا نہ ہو، مجھے تو ہے۔ وہ میرا بہترین دوست تھا۔"

"وہ خدانخواستہ دنیا چھوڑ کر نہیں چلا گیا ہے، مگر تم بول کہاں سے رہے ہو؟"

"اپنے آفس سے۔"

"مجھے تمہاری ضرورت ہے، اگر آ سکتے ہو تو میرے گھر پہ چلے آؤ۔"

"کب؟"

"ابھی۔"

"اچھا، پانچ منٹ بعد یہاں سے روانہ ہوتا ہوں، مگر ٹیکسی کا بل آپ کی طرف۔"

"بالے ہوتا تو یہی کہتا کہ اونٹ ٹیکسی میں سما نہیں سکتا۔"

"آپ بھی کہہ لیجیے، ویسے بل تو دینا ہی پڑیگا۔"

"خیر، جلدی آؤ۔"

یہ کہہ کر خان نے ریسیور رکھ دیا اور گھڑی میں وقت دیکھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ نصف گھنٹے بعد ہی بنگلے پر لانگ فیلو اس کے سامنے موجود تھا۔

"تم سمجھ گئے نا، کیا کرنا ہے؟" خان اس سے کہہ رہا تھا۔

"جی ہاں، تیل کا طوفان۔"

"اور ناجائز منافع خوری اور حکومت سے ضد وغیرہ کا تمام الزام نیشنل آئل کمپنی پر ہی ڈال دو۔"

"لیکن اگر انھوں نے کیس کر دیا تو؟"

"اوہ، ارے بھئی، اس طرح لکھنا جیسے عام طور پر یہی باتیں سنی جا رہی ہوں۔"

"سمجھ گیا۔"

"اور پھر دیکھنا تمہارا کام ہے کونسی پارٹی اس معاملے میں زیادہ دلچسپی لیتی ہے۔"

Akram Allahabadi

"وہ بھی سمجھ گیا۔"

"تو پھر کیا نہیں سمجھے؟"

"ٹیکسی کا بل، دو روپے چار آنے۔"

"بڑے گدھے ہو، اتنی سی بات؟"

"میں جرنلسٹ ہوں اور جرنلسٹ حقِ محنت چھوڑ دے مگر ٹیکسی کا بل نہیں چھوڑ سکتا۔"

"کیوں برادری کو بدنام کرتے ہو۔"

"وہ تو پہلے ہی سچ بولنے کے لیے بدنام ہے۔"

"اچھا ہاں... شہر میں تیل گھاسلیٹ کا کیا حال ہے؟"

"بہت برا حال ہے۔ معلوم ہوتا ہے قحط پڑ گیا ہے۔ جہاں سے گزریے، دکانوں پر لوگوں کی لمبی لمبی قطاریں نظر آئیں گی۔"

"بلیک مارکٹنگ بھی زوروں پر ہوگی؟"

"سوا روپے گیلن تیل کی قیمت ڈھائی روپے ہوگئی ہے اور وہ بھی مشکل سے مل رہا ہے۔"

"بس ٹھیک ہے۔ ابھی تم اتنا ہی کام کرو، باقی پھر دیکھا جائے گا۔"

"سارجنٹ بالے کہاں ہیں اس وقت؟"

"شوکت کے گھر پر، کل یہیں بلوالوں گا۔"

"میں وہیں ملے لیتا ہوں۔"

"ہاں ہاں، شوق سے۔"

اس کے بعد لانگ فیلو اپنا ٹیکسی کا بل ادھار چھوڑ کر چلا گیا۔ اور خان مسکراتا رہا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

"میاں خاں، میں ساب سمجھتا ہوں۔" شوکت منہ پھلا کر بالے سے کہہ رہا تھا۔

"کیا سمجھتے ہو؟"

"یہی کہ تم نے استعفا کائے کو دیا ہے۔"

"تمہاری وجہ سے۔"

"کسی اور کو بناؤ، میاں خاں۔ تم نے استعفا اس لیے دیا ہے کہ میرے سینے پر مونگ دلو۔"

"کیا مطلب؟ میں کوئی چکی ہوں؟"

"میں اندھا نئیں ہوں۔ اللہ نے مجھے بھی دو دی ہیں۔ اور وہ سالی بڑی بیگم بھی کیسی ہنس ہنس کر باتیں کرتی ہیں۔" شوکت مٹک کر بولا۔

"تو کیا ہو؟"

"اے لو، کوچھ ہوا ای نئیں، یانی کہ..."

"مگر تمہارتی تو رشتے میں بہن لگتی ہے نا وہ؟"

"بھین ہوگی خدو وہ تمہاری، میاں خاں۔"

"پھر کون ہے؟"

"کائی چور ہے، تم کو کیا؟"

"موجت وجت تو نئیں ہوگئی ہے اس سے؟" بالے نے اسے اور مشتعل کرنا چاہا۔

"ہاں ہوگئی ہے، تم کیا کرلو گے۔"

"تمہارا رقیب بن کر راستہ کاٹ دوں گا۔"

"بھوت دیکھے ہیں، میاں خاں۔ میرے ای گھر میں مجھ ہی سے میاؤں۔"

مگر بات یہاں تک پہنچی تھی کہ بڑی بیگم خود آ پہنچی۔ کیا جھڑپ ہو رہی ہے آپ

Akram Allahabadi

لوگوں میں؟"

"آپ ہی کی باتیں ہو رہی ہیں۔"

"اس دن تو آپ لوگوں نے ابا جان کو بھی بنا ڈالا۔ آپ نے جو پتا بتایا تھا وہ تو کسی سپرنٹنڈنٹ پولیس کا بنگلہ ہے۔"

اس انکشاف پر شوکت کا غصہ یکا یک ہنسی میں بدل گیا اور وہ اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"دراصل اس دن ہم لوگوں کو ایک بہت ضروری کام تھا اور آپ کے ابا جان سے ہم صاف صاف کہہ بھی نہیں سکتے تھے۔" بالے سنجیدگی سے بولا۔

"خیر، وہ ایسی باتوں کا برا نہیں مانتے۔ صرف یہی کہہ رہے تھے کہ کتنے شریر ہیں یہ لوگ۔ مگر کیا آپ کی منگنی بھی ایک لطیفہ تھی؟"

"ارے وہ تو میں نے جھوٹ بولا تھا۔ ان کی شادی بھی ہو چکی ہے اور دو بچے..."

"جی ہاں شوکت بھائی کی اور میری ایک ساتھ ہی شادی ہوئی تھی، لیکن بچوں کے معاملے میں یہ مجھ سے آگے نکل گئے۔ ان کے چار بچے ہیں۔"

"اللہ قسم بالکل جھوٹ۔" شوکت اچھل کر بولا۔

"کیا... شادی یا بچے؟" پری بیگم نے اسے بدگمان نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"دونوں۔"

"اور میرے بیوی بچے؟"

"تیل لینے گئے۔" شوکت برا سا منہ بنا کر بولا۔ پری بیگم ہنس پڑی۔

"آپ جب ہنستی ہیں تو آپ کے دانت موتیوں جیسے چمکنے لگتے ہیں۔" بالے نے شوکت کو جلانے کے لیے اس کی ہنسی کی تعریف کی اور شوکت کا منہ بن گیا۔ وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑانے لگا۔

"سالے مجنوں کی اولاد، یہی گھر ملا تھا جھک مارنے کو۔" پری بیگم شرما گئی تو شوکت

Akram Allahabadi

کی کھوپڑی اور گھوم گئی، لیکن خیریت ہو گئی کہ اسی وقت بالے کا فون آ پہنچا۔ اور اسے اٹھ کر جانا پڑا۔

''پولیس والے پورے چار سو بیس ہوتے ہیں۔'' وہ ذرا اونچی آواز میں بولا۔

''کیوں؟''

''کاے کی کیوں، تم کیا جانو؟''

''آپ کے دوست ہیں نا؟''

''کون...؟ اے لو، دوست موست کاے کو، بس یونہی ہیں سالے۔''

''کل تو آپ کہہ رہے تھے کہ آپ کے جگری دوست ہیں۔''

''تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے حسن کی تعریف کریں۔''

''آپ کو برا لگا؟''

''بے شک لگا۔''

''کیوں؟''

''یانی کہ... یانی کہ... جاؤ بس لگا۔'' وہ خود ہی جواب دیتے ہوئے جھینپنے لگا اور پری بیگم مسکرا دی۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

کرنل وارڈ

دن کے وقت ہی الفنٹا کیوز (Elephanta Caves) پر اگر سیاح نہ آئیں تو ایسی ویران اور پر ہول ہوتی تھیں، جیسے برسوں سے اداس پڑا ہوا کوئی قبرستان۔ سمندر پار کر کے شہر سے تفریح اور مطالعے کے لیے آنے والے سیاحوں کو شام کا آخری اسٹیمر واپس لے جاتا تھا اور اس کے بعد یہاں ویرانی چھا جاتی۔ یہاں صرف چند جھونپڑے آباد تھے، جن میں رہنے والوں کی گزر اوقات شہر سے آنے والوں کی بخشش وغیرہ پر ہوتی، لیکن کھنڈروں سے دور، ان میں سے بعض نئے سیاحوں کی خدمات بھی انجام دیتے تھے۔

شہر سے آنے والوں میں بہت کم لوگ ایسے ہوتے تھے جو ایک رات یہاں گزارتے تھے، لیکن اس کے لیے بھی انھیں کھانے پینے کا سامان ساتھ لانا پڑتا۔ کرائے پر چلنے والے اسٹیمروں کے علاوہ کبھی کبھی یہاں پرائیوٹ لانچ بھی آنکلتی تھی۔

اور آج رات کے سناٹے میں بھی ایک پرائیوٹ لانچ پانی کا سینہ چیرتی ہوئی خفیف سے شور کے ساتھ کنارے سے لگ رہی تھی۔ اس میں سے سب سے پہلے دو پولیس آفیسر اترے، جن کے ہاتھوں میں ٹارچز تھیں، ان کے بعد ایک سفید فام اور ایک سانولا سا آدمی لانچ سے باہر نکلا اور پھر مسلح کانسٹیبلوں کی ایک جمعیت جو تقریباً پندرہ افراد پر مشتمل تھی۔ وہ بڑی آہستگی سے قدم اٹھاتے ہوئے ان غاروں کی طرف چل پڑے۔

کیا یہ ممکن نہیں، مسٹر ڈکسن، کہ کسی نے آپ کے ساتھ مذاق کیا ہو؟'' ایک پولیس آفیسر نے ساتھ چلتے ہوئے سفید فام آدمی سے پوچھا۔

''نہیں، جناب، میں لوگوں سے اس قسم کے تعلقات ہی نہیں رکھتا جو نوبت کسی ایسے مذاق تک جا سکے۔''

Akram Allahabadi

"لیکن آخر اس نے اس خط میں کیا لکھا ہے جو آپ نے ڈپٹی کمشنر کو پیش کیا ہے؟"

"اس نے لکھا ہے کہ اگر ہندوستانی کرنسی میں ایک لاکھ روپے آج رات کو یہاں نہ پہنچائے گئے تو میری بھتیجی مس پارکر کو غائب کر دیا جائے گا۔" ڈکسن نے جھوٹ بولا۔

"اور اگر واقعی وہ بقول آپ کے لیے کوئی خطرناک آدمی ہے تو آپ کو پہلے مس پارکر کی حفاظت کا انتظام کرنا چاہیے تھا۔"

"میں کر چکا ہوں۔ میں نے اپنی فرم کے مسلح محافظ اس کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیے ہیں۔"

"خیر، چلیے۔ لیکن جیسے ہی آپ کو نظر آ جائے، وسل فوراً بجا دیجیے گا۔" پولیس آفیسر نے سمجھایا۔

"آپ اطمینان رکھیے، میں بزدل نہیں ہوں۔ ایسے بدمعاش سے میں خود بھی نپٹ سکتا تھا، لیکن میں قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا نہیں چاہتا۔"

باتیں کرتے ہوئے وہ کھنڈروں کے نزدیک پہنچنے لگے۔ یہاں پولیس آفیسر زرک گئے۔ انھوں نے اپنے آدمیوں کو ہدایت کی کہ وہ چٹانوں کی آڑ لے کر رینگتے ہوئے آگے بڑھیں اور غاروں کو گھیرے میں لے لیں اور سگنل کے منتظر رہیں۔ اس کے بعد وہ دونوں دائیں بائیں ہٹ کر ڈکسن کے پیچھے چلنے لگے۔ اب صرف ڈکسن اور اس کا ساتھی ہی سر اٹھائے چل رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ٹارچیں تھیں۔ پھر ٹارچ کی روشنی میں وہ اس غار کو تلاش کرنے لگے جس میں چار ہاتھوں والی بڑی مورتی رکھی ہوئی تھی۔ وہ انھیں مل گئی اور وہ سیڑھیاں چڑھ کر اندر داخل ہو گئے۔ ہر طرف ویران سناٹے کا راج تھا اور نہ جانے کیوں خود اس وقت ان کے قدم بھی کانپ سے گئے، جب انھوں نے غار کے اندر کسی کے زور زور سے سانسیں لینے کی آواز سنی۔ پھر چمگادڑوں کا ایک جوڑا ان کے سروں پر منڈلانے لگا۔ ان کے ہاتھ جیبوں میں پڑے ہوئے پستولوں پر پہنچ گئے۔ وہ ٹارچ روشن کیے ہوئے اندر چاروں طرف دیکھ رہے تھے، لیکن

Akram Allahabadi

وہاں تو کوئی نہ تھا۔ ڈکسن نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھی، اس میں دس بج کر نصف منٹ زیادہ ہوا تھا۔

"ہاتھ اوپر اٹھا دو، مسٹر ڈکسن اور تم بھی۔" اچانک پشت سے ایک آواز نے ان دونوں کو چونکا دیا۔ وہ اس طرح اچھل پڑے جیسے بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔ بولنے والے کا لہجہ غیر ملکی تھا۔ ڈکسن نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے اور اسی طرح اس کے ساتھی نے۔ پھر انھیں بغل سے ایک سایہ نکل کر سامنے آتا نظر آیا، وہ موٹے سنگی ستون کی آڑ میں چھپا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔

"ایک لفظ منہ سے نکلا، زمین پر تڑپتے نظر آؤ گے۔" اس نے دوبارہ انھیں تاکید کی۔ پھر وہ ان کی جیبیں خالی کر کے اطمینان سے ایک چٹان سے ٹک کر کھڑا ہو گیا۔ وہ اب بھی اس کے ریوالور کے نشانے کی زد میں تھے۔

"میں جانتا تھا تم یہی کرو گے، لیکن تم نے ابھی میری شخصیت کو پہچانا نہیں۔ میں پولیس کے ایسے ہزاروں دستے اور تم جیسے ہزار نامعقول اپنی انگلیوں پر نچا سکتا ہوں۔" وہ اطمینان سے بولا۔

"کون ہو تم؟" ڈکسن نے بگڑے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"پہچانا نہیں؟ میں کرنل وارڈ ہوں، تمہارا پرانا دوست۔"

"تم کرنل وارڈ نہیں ہو سکتے، تم جھوٹے ہو۔"

"تو پھر تم کرنل وارڈ ہو گے، اگر میں نہیں ہوں تو۔"

"مم... مم... میرا یہ مطلب نہیں۔ کرنل وارڈ کو میں جانتا ہوں۔ وہ بڑا مشہور بلیک میلر ہے۔" ڈکسن نے جواب دیا۔

"میں ہی کرنل وارڈ ہوں، مسٹر ڈکسن۔" اس آدمی کے لہجے میں طنز تھا۔ اس وقت وہ دیسی عیسائی بوڑھا نظر نہیں آ رہا تھا۔ تن کر کھڑا ہونے پر وہ قد آور اور خوفناک سا آدمی

Akram Allahabadi

معلوم ہوتا تھا۔

"بکومت، تم کرنل وارڈ ہو ہی نہیں سکتے۔" ڈکسن تقریباً چیخ اٹھا۔

"تو تم ابھی نہیں سمجھے۔ کیا میں اس راز کو تم سے ہی بیان کروں کہ کرنل وارڈ تم خود ہو۔

"کیا...؟" ڈکسن اچھل پڑا۔ "کیا بک رہے ہو تم؟"

"خیر، بک ہی رہا ہوں، لیکن تمہیں یہ نہ بھولنا چاہیے کہ ہر کرنل سے بڑا ایک جنرل ہوا کرتا ہے۔ کیا اب بھی تم میرا مطالبہ پورا نہ کرو گے؟"

"اور نہ کروں تو کیا ہوگا؟"

"جیل میں سڑو گے، یا پھانسی پر لٹکو گے۔"

"میرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا، میں سفارتی نمائندہ ہوں۔"

"ٹھیک ہے، لیکن یہ چوہا جو تمہارے پاس کھڑا ہے، ڈی کاسٹو، اگر یہ خود قبول دے کر اس نے تمہارے ہی ایما پر اس کلرک کا خون کیا ہے تو؟" اس پراسرار آدمی نے ڈکسن کے سانولے رنگ والے ساتھی کی طرف اشارہ کیا۔

"مم... میں نے کچھ نہیں کیا ہے، تم جھوٹے ہو۔"

"چپ رہو، مردود۔ ایڈلر کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔"

"تو کیا تم ایڈلر ہو؟" ڈکسن کے منہ سے حیرت سے نکلا۔

لیکن ٹھیک اسی وقت ایک فائر ہوا اور گولی اس اجنبی کے سر کے اوپر سے گزرتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی۔

"اوہ، تو یہ بات ہے۔" یہ کہہ کر اس نے کسی بندر کی طرح چھلانگ لگائی اور ستون کی آڑ میں ہولیا۔ گولیاں غار کے ایک دروازے کی طرف سے چل رہی تھیں اور وہ ان کا جواب دینے لگا۔ ڈکسن نے بے چینی سے اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا، ان کے ریوالور تو اس پراسرار آدمی

نے نکال لیے تھے۔

"خیر، کرنل، اس وقت تو میں تمھیں ایک موقع اور دے رہا ہوں، لیکن میں اب تم سے اپنی مطلوبہ رقم کی دوگنی قیمت وصول کروں گا۔"

یہ کہتا ہوا وہ ستون کی اوٹ سے نکل کر زمین پر جھکتا ہوا غار کے ایک تاریک دروازے کی طرف بھاگا۔ مگر ادھر سے تمتماتی ہوئی ٹارچ کی روشنی پڑی اور اسے پیچھے ہٹنا پڑا۔ اتنی دیر میں ڈکسن اور ڈی کاسٹو دوڑ کر اسی دروازے سے باہر نکل گئے، جدھر سے پہلے فائرنگ ہوئی تھی۔ اب وہ اکیلا اندر رہ گیا تھا اور پولیس نے غار کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ پھر اچانک اس نے فائرنگ کا جواب دینا بند کر دیا اور زمین پر لیٹ رہا۔ اس کے زمین پر گرتے ہی دائیں بازو کے دروازے سے دو سائے دوڑ کر اس کے قریب آ گئے۔ ان میں سے ایک پولیس انسپکٹر تھا اور دوسرا کوئی کانسٹیبل۔ کانسٹیبل نے ٹارچ سنبھال لی اور انسپکٹر اسے دیکھنے کے لیے جھکا ہی تھا کہ اس کی گردن اس پراسرار آدمی کی ٹانگوں میں پھنس گئی اور پھر نہ جانے کس طرح وہ قلابازی کھا کر اس کانسٹیبل پر جا پڑا جو ٹارچ تھامے تھا۔ ٹارچ بھی دور جا گری اور کانسٹیبل بھی سنبھل نہ سکا۔ اتنی دیر میں اس پراسرار آدمی نے جست کی اور دروازے سے باہر نکل گیا۔ یہ سب کچھ اتنی سرعت سے ہوا کہ باہر سنائی دینے والے دوڑتے قدموں کی آوازیں غار کے دروازے تک بھی نہ پہنچ سکیں اور پھر انھیں باہر فائرنگ کی آواز سنائی دیتی رہی۔ چند منٹ سناٹے میں رہنے کے بعد فائرنگ کا شور سنتے گزر گئے، لیکن پھر سناٹا چھا گیا۔ انسپکٹر نے باہر نکل کر ساحل تک پولیس کے آدمیوں کو دوڑتے دیکھا پھر یہ تلاش دیر تک جاری رہی، مگر وہ انھیں کہیں نہ مل سکا۔ انھوں نے جھونپڑے بھی دیکھ ڈالے، وہ وہاں بھی نہ تھا۔

☆☆☆☆☆☆

پولیس ہیڈ کوارٹرز سے فارغ ہو کر ڈکسن جب رات کو دو بجے اپنے بنگلے میں داخل

Akram Allahabadi

ہوا تو خلافِ توقع ہر طرف سناٹا چھایا ہوا دیکھ کر وہ چونک پڑا۔ ڈی کاسٹو اس کے ساتھ تھا۔ برآمدے میں آکر جب انھوں نے برقی روشنی آن کی تو اچھل پڑے۔ ڈکسن کے مسلح محافظ باریک ریشمی ڈوریوں میں جکڑے فرش پر پڑے تھے۔ ان کے منہ میں کپڑے ٹھنسے ہوئے تھے۔ یہی حال اندر نوکروں کا تھا۔ اور اندر اس کے کمرے کی ہر چیز بکھری ہوئی تھی۔ میز کی درازیں سب کھلی تھیں اور کاغذ سب تتر بتر پڑے تھے۔ وہ اپنی اس الماری کی طرف لپکا، جس کی چابی صرف اسی کے پاس رہا کرتی تھی، اور اسے مقفل دیکھ کر اس نے اطمینان کا سانس لیا۔

ڈی کاسٹو کی مدد سے نوکروں کو کھولنے پر اسے معلوم ہوا کہ یہ حرکت صرف دو نامعلوم آدمیوں کی تھی، جو چپکے سے نہ جانے کس طرح بنگلے کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو کر اچانک ان کے سامنے آگئے تھے اور پستول دکھا کر انھوں نے محافظوں کے ہتھیار گروا دیے اور سب کو باندھ ڈالا۔ پھر وہ دیر تک اندر کے کمروں کی تلاشی لیتے رہنے کے بعد انھیں اسی طرح چھوڑ کر چلے گئے۔

ڈکسن کو فوراً مس پارکر کا خیال آگیا۔ وہ ڈی اسکپر میں ہی مقیم تھی۔ حالانکہ ڈکسن نے پولیس آفیسر سے جھوٹ بولا تھا کہ وہ اس کی حفاظت کے لیے مسلح محافظ چھوڑ آیا ہے۔ ورنہ مس پارکر کے لیے تو خطرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

ٹیلی فون کے نمبر ڈائل کرتے اس نے ہاتھ روک لیا۔ دو بجے رات کو ڈی اسکپر کو صرف فون کرنا ہی حماقت تھی، بلکہ مس پارکر کو اس کے کمرے سے فون تک بلوانا بھی ناممکن تھا۔ اس لیے اس نے ریسیور دوبارہ کریڈل پر رکھ دیا اور صوفے پر گر کر کچھ سوچنے لگا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

پارلیمنٹ میں گونج

خان ڈی سی پی کے سامنے کھڑا تھا۔ڈی سی پی کا موڈ ٹھیک معلوم نہیں ہوتا تھا۔

"میں دیکھ رہا ہوں کہ مسٹر ڈکسن کے کیس میں آپ کوئی دلچسپی نہیں لے رہے ہیں۔" ڈی سی پی اس سے کہہ رہا تھا اور پھر خاموش دیکھ کر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "وہ با عزت غیر ملکی اور ایک بڑے ملک کے سفارت خانے کا اسسٹنٹ چارج ڈی افیئرز ہے۔" ڈی سی پی نے کہا۔ "ہوم سکریٹری کی طرف سے تاکید آئی ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی بھی غیر ملکی وزارتِ داخلہ کی سفارش حاصل کر کے ہم سے اپنی غلامی کروا سکتا ہے؟" خان نے سنجیدگی سے کہا۔اور ڈی سی پی چونک کر اس کی صورت دیکھنے لگا۔

"کیا میں سمجھوں کہ سارجنٹ بالے کے چلے جانے سے آپ جذباتی طور پر غیر ملکیوں کے مخالف ہو گئے ہیں۔" ڈی سی پی کا لہجہ کسی قدر تحکمانہ تھا۔

"مجھے افسوس ہے کہ یہ سوال میرے افسر اعلا کی طرف سے کیا جا رہا ہے۔" کان نے احتجاج کیا۔

"تو پھر کیا کروں؟ آپ اس کے معاملے کو غیر اہم قرار دے کر دلچسپی نہیں لے رہے اور وہاں نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ جس بلیک میلر نے اسے ایک لاکھ کی رقم لے کر الفنفا کیوز پر بلایا تھا، وہ پولیس کی پوری پارٹی کی آنکھوں میں دھول جھونک کر غائب ہو گیا اور مسٹر ڈکسن سے ڈبل رقم وصول کرنے کی دھمکی دے گیا ہے۔" ڈی سی پی نے شکایتی لہجے میں کہا۔

Akram Allahabadi

"کیا واقعی وہاں آدمی آیا تھا؟" خان نے اظہارِ تعجب کرتے ہوئے پوچھا۔
"آیا تھا؟ ارے صاحب یہیں تک بات نہیں رہی، مسٹر ڈکسن کی بھتیجی مس پار کر بھی رات سے اپنی قیام گاہ سے غائب ہے۔"
"وہ تو کسی ہوٹل میں رہتی تھی نا؟" خان نے پوچھا۔
"ہاں۔ ڈی اسکیر میں لیکن سویرے وہاں اس کا کمرہ کھلا پایا گیا ہے اور اندر کوئی نہ تھا۔"
"کیا یہ کیس کسی اور کے سپرد نہیں کیا جا سکتا؟" خان نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔
"آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں، حالانکہ یہ ذمے داری تمامتر آپ کے محکمے کی ہے۔"
"تو پھر میں کوشش کروں گا۔"
"آپ تو اس طرح کہہ رہے ہیں جیسے کرنا اور نہ کرنا سب برابر ہیں۔"
"دراصل میں خود ڈکسن کی طرف سے ابھی مطمئن نہیں ہوں۔"
"یعنی یہ سب فراڈ ہے؟ نہیں، خان صاحب، پولیس نے خود اس آدمی پر کل رات گولیاں چلائی تھیں۔"
"بہتر ہے، میں جلد ہی اس سلسلے میں آپ کے سامنے رپورٹ پیش کروں گا۔"
"میں انتظار کروں گا۔" ڈی سی پی نے کہا۔ اور خان صاحب اسے سلام کر کے باہر نکل گیا۔
لیکن آفس میں پہنچ کر اسے ایک نئی اطلاع ملی یہ نیشنل اسٹینڈرڈ آئل کمپنی کے سیکیورٹی آفیسر کا فون تھا۔
"ہیلو، میں خان بول رہا ہوں، ہاں فرمایئے۔"

"جناب، ایک اور ٹنکی آج خالی پائی گئی ہے۔" اس نے بتایا۔

"تعجب ہے، آخر اس قدر تیل غائب کیسے کیا جا سکتا ہے؟"

"یہی تو میری سمجھ میں بھی نہیں آ رہا۔ کل شام کو ہی اس کا اسٹاک چیک کیا گیا تھا۔ اس میں بیس ہزار گیلن سے زیادہ تیل موجود تھا۔"

"آپ نے ٹینک کو اچھی طرح چیک کر لیا؟"

"جی ہاں، دو آدمی بھی اندر اتارے گئے، باہر بھی کہیں ٹیمپر کرنے کے نشانات تک نہیں ہیں۔"

"تو اس کا مطلب ہے کہ شہر میں مٹی کے تیل کا قحط اور شدید ہو جائے گا۔"

"ہماری کمپنی کی بڑی بدنامی ہو رہی ہے۔ اخبارات اس معاملے کو خوب اچھال رہے ہیں۔ اور کمپنی پر ناجائز منافع خوری اور پبلک کو پریشان کرنے کے الزامات لگ رہے ہیں۔"

"کیا یہ ممکن نہیں کہ یہ کمپنی کے ذمے داروں کی ہی کارستانی ہو۔ چند دنوں کے مصنوعی قحط سے لاکھوں، بلکہ کروڑوں کا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے؟" خان نے اس سے سوال کیا۔

"دیکھیے جناب، میں کمپنی کا ملازم سہی، لیکن ایک ہندوستانی آدمی ہوں، اگر کوئی ایسی حرکت ہوتی تو سب سے پہلے میں یہاں سے استعفا دے کر ان کی پول کھول دیتا، لیکن آپ کو اتنی بڑی کمپنی سے ایسی چھوٹ باتوں کی توقعات نہ رکھنی چاہئیں۔"

"میں نے تو صرف ایک امکانی پہلو پیش کیا ہے۔ خیر، آپ کے یہاں سے تیل کی سپلائی جاری ہے نا؟"

"صرف ۲۵ فیصدی، تاوقتیکہ نئے ٹینکر صاف کیا ہوا تیل لے کر نہ آ جائیں۔"

"کیوں، تیل تو شاید یہاں صاف کیا جاتا ہے؟"

"جی نہیں، یہاں اسے ٹینکوں میں پمپ کرتے وقت صرف چھانا جاتا ہے اور جو کچھ کچرا نکلتا ہے وہ کمپنی کے ٹھیکیدار لے جاتے ہیں۔"

Akram Allahabadi

"میں نے آپ کے کنٹریکٹر کو چیک کیا تھا، لیکن اس کے پاس تو اس وقت نہ اسٹاک ہے اور نہ وہ اس سلسلے میں ملوث معلوم ہوتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے نہ ہو، بہر حال شبے کی نظر تو تمام واسطہ رکھنے والوں پر پڑا ہی کرتی ہے۔"

"آپ نے اپنے ڈپو میں تحقیق کر لی اچھی طرح؟"

"پچھلے واقعے کے بعد وہاں محافظوں کا پہرہ لگا دیا گیا ہے۔"

"تب تو معاملہ کمپنی کے باہر معلوم ہوتا ہے۔ خیر، میں دوپہر کے بعد وہیں آتا ہوں۔"

"بہتر ہے، میں انتظار کروں گا۔"

فون کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ خان نے رسیور رکھ کر چپراسی کو بلانے کی گھنٹی بجائی، اور وہ فوراً اندر آ گیا۔

"انسپکٹر راج کو بلاؤ۔"

وہ چلا گیا اور ایک منٹ بعد ہی راج آ پہنچا۔ اکہرے بدن کا گندمی رنگ والا خوبصورت سا ۲۸۔۲۹ سالہ جوان آدمی جو اس کے ماتحتوں میں وہ سب سے کم گو، لیکن ڈی سوزا کے بعد سب سے زیادہ محنتی آفیسر تھا، وہ ایڑیاں بجا کر سلیوٹ کرتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

"آپ نے تیل کے بلیک کی تحقیقات مکمل کی؟"

"یس، سر۔ لیکن یہی پتا چلا ہے کہ بڑے تقسیم کاروں کے پاس جو محفوظ اسٹاک تھا، اس کی چور بازاری ہو رہی ہے۔" راج نے مؤدب رہ کر بتایا۔

"مجھے پیپر رپورٹ ملی ہے کہ پچھلے ایک ہفتے میں ہی لاکھوں کا ہیر پھیر ہو گیا ہے۔" خان نے کہا۔

"یقیناً ہوا ہوگا، سر۔ لیکن وہ لوگ قانونی گرفت میں نہیں آ رہے، کیونکہ سرکاری طور

پر مٹی کے تیل کا بھاؤ مقرر نہیں کیا گیا ہے، صرف پٹرول کا بھاؤ مقرر ہے۔"

"مٹی کے تیل کا بھاؤ مقرر ہے اور پارلیمنٹ اس کی توثیق کر چکی ہے۔" خان نے بتایا۔

"یس، سر۔ لیکن وہ صرف آئل کمپنی کے لیے ہے۔ یہ حکومت کی بھول ہو یا کوئی اور بات، لیکن ڈیلروں اور پبلک کے لیے نہ کوئی بھاؤ مقرر کیا گیا ہے، نہ ضروریات زندگی کی اہم اشیاء کی سول سپلائیز کے محکمے والی فہرست میں اس کا ذکر ہے۔" انسپکٹر راج نے بتایا۔

"مگر ذخیرہ اندوزی تو قانونی جرم ہے؟"

"اس کی کوشش میں لگا ہوا ہوں، ذرا بھی پتا چلا تو فوراً چھاپا ماروں گا۔"

"خیر، آپ اپنا کام جاری رکھیے، میں خود دیکھ لوں گا اس معاملے کو۔"

"بہتر ہے۔" راج نے سلیوٹ کیا اور چلا گیا۔ خان بھی اسی وقت اٹھ کھڑا ہوا۔

☆☆☆☆☆☆

بات پارلیمنٹ تک پہنچ گئی۔ ان دنوں پارلیمنٹ کے اجلاس جاری تھے اور مخالف بنچوں نے مٹی کے تیل کے قحط کا معاملہ اٹھا کر اندھیر مچا دیا۔ شام کے اخبارات کو جب پارلیمنٹ کے اجلاس کی رپورٹ ملی تو انھوں نے جلی سرخیوں سے اسے پبلش کر دیا۔ پارلیمنٹ میں خود برسر اقتدار پارٹی کے ممبر بھی نیشنل آئل کمپنی سے تیل کی مراعات چھین لینے کا مطالبہ کرنے لگے تھے اور پھر یہ بات پبلک میں پھیل گئی۔ نیشنل آئل کمپنی کا ٹھیکہ جس غیر ملکی کمپنی کو ملا ہوا تھا وہ دنیا کے ایک بڑے مغربی ملک سے تعلق رکھتی تھی اور مخالف سیاسی گروپوں نے اسے ایک سیاسی مسئلہ بنا لیا اور پارلیمنٹ میں اس بات کو پہنچا کر ملک بھر میں تیل کے مسئلے پر ہیجان پیدا کر دینے کا سہرا لانگ فیلو کے سر تھا۔ اسی کی رپورٹ سے یہ سلسلہ شروع ہوا۔

چیف ایڈیٹر خود اس کے کمرے میں گھس آیا۔ یہ خلاف توقع واقعہ تھا، ورنہ وہ کسی ماتحت کے کمرے میں خود کبھی نہ جاتا تھا، اسی کو اپنے آفس میں بلاتا تھا۔ اس وقت وہ بڑے

خوشگوار موڈ میں تھا۔اس نے آتے ہی فیلو کی پیٹھ پر ہاتھ مارتے ہوئے 'ویل ڈن' کا نعرہ لگایا اور فیلو اچھل پڑا۔

"واقعی میں تو یہ سمجھتا تھا کہ لمبے آدمی کم عقل استعمال کرتے ہیں، لیکن تم تو حیرت انگیز نکلے۔"

"یہ انکشاف آپ پر آج ہوا ہے۔" لانگ فیلو حیرت سے اس کی شکل دیکھتے ہوئے بولا۔

"بہر حال ہمارا اخبار اس سے پہلے کبھی اتنا سیل نہیں ہوا ہے۔ جانتے ہو تمہیں اس کا کیا انعام ملا ہے؟"

"کوئی سرٹیفکیٹ؟ ہمارے منیجنگ ڈائرکٹر سے اور کیا مل سکتا ہے؟"

"تمہارے عہدے کے ساتھ چیف کی دم لگا دی گئی ہے۔"

"چیف کی دم میرے عہدے کے ساتھ؟ تو کیا چیف اب رپورٹری کرے گا؟"

"واقعی ہو شتر مرغ پورے۔ اور تم آج سے چیف رپورٹر اور نمائندہ خصوصی بنا دیے گئے۔"

"صرف عہدہ یا تنخواہ بھی؟" لانگ فیلو نے معصومیت سے پوچھا۔

"کیوں نہیں، پورے دس روپوں کی ترقی کر دی گئی ہے۔" چیف ایڈیٹر نے بتایا۔

"خدا غریقِ رحمت کرے ترقی دینے والوں کو۔"

"کیوں؟"

"کچھ نہیں، مجھے اس شاندار ترقی پر دعائیں بھی تو دینی چاہئیں منیجنگ ڈائرکٹر کو۔"

"اچھا اگر دس میں ایک صفر اور بڑھا دیا جائے؟" چیف نے اسے چھیڑا۔

"تب تو میں فرطِ مسرت سے خودکشی کرلوں گا۔"

"وہ کیوں؟"

Akram Allahabadi

"اس لیے کہ اس اخبار کی زندگی میں یکمشت سو روپے ترقی تو شاید خود آپ کو بھی کبھی نصیب نہیں ہوئی ہو گی۔"

"واقعی اس معاملے میں تم خوش قسمت ہو۔"

"تو کیا واقعی سو روپے؟"

"بھئی، یقین نہیں تو یہ لو۔" چیف ایڈیٹر نے آج کا آفس آرڈر اس کے سامنے رکھ دیا اور لانگ فیلو دو چار بار اسے پڑھنے کے بعد بچوں کی طرح تالیاں بجانے لگا۔

"اچھا اب کل مٹھائی لیتے آنا، آں۔" یہ کہہ کر وہ ہنستا ہوا چلا گیا اور لانگ فیلو جیب سے نوٹ بک نکال کر اس میں تنخواہ کے زائد سو روپے کا حساب قرض خواہوں کے ناموں پر تقسیم کرنے لگا۔ نوٹ بک ایک جرنلسٹ کی لوحِ تقدیر تھی، جس میں آمدنی کم اور قرض زیادہ لکھے رہتے ہیں۔ اس نے اسی وقت فون پر خان کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے، مگر خان کی بجائے ایس بالے کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو مائی ڈیئر ریگستانی مخلوق۔" وہ بولا۔

"آج جو چاہے بک لو، میں سن لوں گا۔"

"کیوں کسی لونڈیا نے دستِ شفقت رکھ دیا ہے؟"

"لونڈیا نے نہیں، مینیجنگ ڈائرکٹر نے۔"

"لاحول ولاقوۃ۔ بولنے سے پہلے سمجھ تو لیا کرو، کمبخت، یا واقعی شتر مرغ واقع ہوئے ہو۔"

"زبان نہ ہوتی تو سارجنٹ ہرگز نہ ہوتے۔"

"پھر کیا تمہارا قبلہ و کعبہ ہوتا؟"

"جی بھر کے بکے جاؤ، میں خوشگوار موڈ میں ہوں۔"

"آخر اگلو بھی کچھ، کیا بات ہوئی ہے ایسی؟"

Akram Allahabadi

"آج سو روپے کی ترقی اور چیف کا عہدہ مل گیا ہے۔"

"یہ بات ہے، اچھا تو جاؤ مبارک باد دی۔"

"نہ بھی دیتے تو کیا بگڑ جاتا۔ اچھا خیر، خان صاحب کہاں ہیں؟"

"اس سال حج کو گئے ہیں، انشاءاللہ اگلے سال تک واپس آجائیں گے۔"

"نہیں، سنجیدگی سے بتاؤ۔"

"پتا نہیں، میں خود ان کا ہی منتظر ہوں۔"

"تو پھر فون کروں گا۔"

"ارے سن تو کمبخت۔"

مگر لانگ فیلو نے کچھ نہ سنی۔ اس نے ریسیور رکھ دیا۔ اس وقت وہ کافی ہاؤس میں نیو ہیرالڈ کی لیڈی رپورٹر مس کیلی کے ساتھ بیٹھ کر کافی پینے کے موڈ میں تھا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

ادھار شرابی

رات کے ۱۲ بج رہے تھے، مگر گودی کی سڑک کے کنارے خاردار تاروں میں گھرا ہوا ڈیوی کیفے ابھی تک کھلا ہوا تھا۔ یہاں بھی شراب ہالس وائن کے نام سے علی الاعلان پی جاتی تھی اور قانون اس ناٹک کا کچھ نہ بگاڑ سکتا تھا، تا وقتیکہ سرکاری طور پر اسے بھی ممنوع نہ قرار دیا جائے۔ اور ایسے سرکاری کام مہینوں، بلکہ سالوں میں انجام پذیر ہوا کرتے تھے۔ ڈیوی کیفے دراصل شراب خانہ ہی تھا اور یہاں دن بھر کے تھکے ماندے گودی مزدور اور وہ ملاح، جنھیں اس شہر میں آنے کے بعد پینے کو نہیں ملتی تھی، آدھی آدھی رات تک جمے رہتے۔ ہالس وائن زیادہ مہنگی نہ تھی، مزدور بھی پی لیا کرتے تھے، جنھیں ان کی مقررہ آمدنی سے کچھ زیادہ آمدنی ہوجایا کرتی تھی اور جن کے گھربار یا ٹھکانہ نہ تھا، سوائے اس کے کہ یا تو گودی کے باہر پڑے رہیں یا مزدوروں کے آنکھوں میں چلے جائیں۔ ڈیوی کسی زمانے میں ان مزدوروں کا ٹھیکے دار تھا اور اسی نے یہاں یہ ہوٹل قائم کیا تھا، لیکن جب سے ایک حادثے میں اس کے پیر بیکار ہوئے تھے، وہ ہوٹل کو اپنے سالے ڈی کاسٹو کے سپرد کر کے خلوت نشین ہوگیا تھا۔ یہ پورا خاندان گوا کا رہنے والا تھا، اس لیے ہوٹل میں گوانیز ہی زیادہ نظر آتے تھے۔ مزدوروں اور گودی کے علاقے کے کارکنوں کی سہولت کے لیے اس ہوٹل کو رات بھر کھلے رہنے کی رعایت حاصل تھی۔

اس وقت بھی ہوٹل میں سب میزیں پر تھیں۔ یہاں صفائی کا زیادہ خیال نہیں رکھا جاتا تھا، جس کی وجہ سے فرش تک گندہ ہو رہا تھا، لیکن پینے پلانے والوں کو اس سے کیا واسطہ۔ آج یہاں آنے والوں میں ایک نیا مزدور بھی نظر آرہا تھا، دوہرے بدن کا بلند قامت، لیکن خوفناک سی شکل کا، اور اس کے ساتھ ہی ایک اور اکہرے بدن کا پھرتیلا سا جوان آدمی تھا جو چلتے وقت ایک پیر سے لنگڑاتا تھا۔ اس کی مونچھیں ذرا گھنی تھی اور ماتھے پر کسی چوٹ یا زخم کا نشان تھا۔

کپڑے گندے سے تھے اور جب سے آئے تھے، ایک ہی میز پر جمے ہوئے تھے اور دو بوتلیں صاف کر چکے تھے اور کاؤنٹر پر بیٹھا ہوا ہوٹل کا منحنی سا منیجر جو شکل سے بڑا عیار معلوم ہوتا تھا، انھیں دیر سے گھور رہا تھا۔

گودی کے گھڑیال کے ساڑھے ۱۲ بجے تو دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور دروازے کی طرف جھومتے جانے لگے۔ انھیں شراب خانے کے ایک آدمی نے روک دیا۔

''اِدھر نہیں، اُدھر چلیے، گلے پے مل چکاؤ، پھر باہر جانا۔''

''ایں...'' دراز قد مزدور چونکا۔ ''کیا بولتا ہے یہ...؟ بیچ...'' اس نے اس کی طرف انگلی سے اشارہ کرکے ساتھی سے پوچھا۔

''بولتا ہے، گدھے پہ بیل ڈالو۔''

''نا ئیں نا ئیں... ہش... اے کیا بولے لے تو م؟'' دراز قد آدمی نے نفی میں سر ہلا کر اس آدمی سے ہی پوچھا۔

''پیسے چکاو جا کے گلے پے۔''

''ایبا۔'' وہ دراز آدمی جھومتا گلے کی طرف چلا۔ پھر وہ گلے کے قریب رک کر اپنے ساتھی کی طرف دیکھنے لگا۔ ہوٹل کے ٹیبل بوائے نے آواز لگائی۔

''لمبے بھائی دبلے بھائی جوڑی میں پندرہ روپے پانچ آنے۔''

''اے شنکر، پیسے دے دے۔'' دراز قد آدمی نے ساتھی سے کہا۔

''پیسے...؟'' ساتھی نے چونک کر پوچھا۔ ''میرے پاس کاں ہیں، میں تو تمارے بھروسے آیا تھا،'' شنکر نے جواب دیا۔

''اے گئی بھینس پانی میں۔ میں تو خود تیرے بھروسے آیا تھا... بیچ... اپنی تو پگار بھی نئیں ملی اب تک۔''

''تو میں کیا جانوں۔''

"اور میں تو کیا جانوں، پیسے دے۔"

"تو خود دے۔"

"نا ئیں تو دے۔"

اوران کی آپس کی اس تو تو میں میں نے جھگڑے کی شکل اختیار کرلی۔ خالی بوتل ہاتھ میں لیے ہوئے دراز قد آدمی سر جھکائے جھوم کر جب اپنے ساتھی شنکر کوٹکر مارنے چلا تو شنکر چیخنے لگا۔

"اے بدھو، لانا میری لاٹھی۔"

"اے کیا ہو رہا ہے یہ؟" کاؤنٹر والے نے انھیں ڈانٹا۔ وہ خود اٹھ کر سامنے آگیا تھا، لیکن کسی جواب کے بجائے دراز قد آدمی کی ٹکر اسی کو لگی اور وہ فرش پر چت جا گرا۔

"دیکھ کشن، میرا غصہ بھی بھوت کھراب ہے... آں..." شنکر دور سے ہی آستین چڑھا کر اسے دھمکانے لگا۔

"تو پیسے دے دے سب۔"

"بھگوان کسم میرے پاس ایک بھی نا ئیں ہے۔"

"تو میرے پاس بھی نا ئیں۔"

مگر کاؤنٹر والے نے تو اٹھتے ہی گالیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ اس کے آدمی ان دونوں پر ٹوٹ پڑے۔

"اے لو، یہ سالے تو ہاتھ دکھانے لگے۔" شنکر کے ساتھی نے سیدھے ہوتے ہوئے کہا۔

"سالوں کا مار مار کر کچومر نکال دو اور پھر ان سے برتن منجھواؤ، فرش دھلواؤ۔" کاؤنٹر والے نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا، مگر وہ دونوں بھی نشے میں جھومنے کے باوجود لقمۂ تر نہ تھے۔ انھوں نے ہوٹل کے آدمیوں کو گھونسوں پر رکھ لیا اور بہت سوں کے دانتوں سے خون نکل پڑا۔

Akram Allahabadi

کئی کے ہونٹ پھٹ گئے اور ایک تو اپنی ناک تھام کر بھاگ اٹھا۔ شراب خانے میں آئے ہوئے باہر کے دوسرے لوگ نشے میں بدمست اس تماشے کو بڑی دلچسپ نظروں سے دیکھ دیکھ کر شور مچا رہے تھے، جیسے ان کے سامنے مرغ لڑ رہے ہوں۔ ان میں سے بعض تو آپس میں شرطیں بد رہے تھے کہ کون جیتے گا، اور پھر اسی حساب سے وہ چیخ بھی رہے تھے۔

لیکن اچانک پورے شراب خانے میں سناٹا چھا گیا اور ہوٹل کے آدمیوں کے ہاتھ بھی رک گئے۔ اندر داخل ہونے والا ڈی کاسٹو تھا، جو اس وقت سیاہ لباس پہنے ہوئے تھا۔ وہ خود بھی ہلکے نشے میں معلوم ہوتا تھا، کیونکہ آنکھیں سرخ، چہرہ خوفناک نظر آ رہا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے یہ؟" اس نے اندر داخل ہوتے ہوئے بھاری آواز میں کاؤنٹر والے سے پوچھا۔

"یہ دو نئے آدمی ہیں۔ پندرہ روپے کی بیٹھ کے پی گئے اور جیبیں دونوں کی خالی ہیں۔ وہ اس سے پیسے دینے کو کہتا ہے اور یہ اس سے۔" اس نے بتایا۔

"کون ہو تم لوگ؟" ڈی کاسٹو نے ان سے بگڑ کر پوچھا۔

"ہائے، ہم کون ہیں؟ تمہیں نا ئیں معلوم؟" شنکر حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

"ہم کرپا شنکر اور یہ... بچ... ہمارا دم بھائی دیو شنکر۔ کیوں بے ہے نا بچ؟"

شنکر کے ساتھی نے انگلی نچا کر کہا۔

"تمہیں معلوم ہے اسی مفت خوری کا کیا نتیجہ ہوتا ہے؟"

"مالوم ہے، مالوم ہے، بس دو چار لات گھونسے، بچ... پن اپنا تو ایسا ماملہ ہے کہ وہ جو کہا ہے کسی نے یانی سو جوتوں سے رتبہ آلی... نا ئیں ہوتا۔" شنکر کے ساتھی نے جواب دیا۔

"واہ... واہ... کیا شاعری کی ہے... بچ... خربان جاؤں۔"

شنکر نے یہ کہہ کر اس کے گلے میں ہاتھ ڈال دیے۔

"کیا کام کر سکتے ہو؟" ڈی کاسٹو نے ان سے سوال کیا۔

Akram Allahabadi

"کام... لے بھائی بھنکر، دو دو ہاتھ ہو گئے اور بھائی کو ابھی اپنا کام نہیں مالوم ہوا۔"

"کتنے داخلے ہیں؟" ڈی کاسٹو نے تیسرا سوال کیا۔

"داخلے؟" شنکر چونکا۔ "دو... نہیں نہیں... تین میرے اور... ہچ... پانچ بھنکر کے۔ کائے کو مگر۔ تم کو کیا۔ تم کوئی انسپکٹر کے پولیس اسٹیشن ہو؟"

"میرے ساتھ آؤ، تمھیں کچھ کام دیا جائے گا۔ اسے کرنے کے بعد تمہارا شراب کا بل بھی معاف اور کچھ پیسے بھی مل جائیں گے۔" ڈی کاسٹو نے اندر کے ایک دروازے کی طرف چلتے ہوئے کہا۔

"بھائی، کوئی حاتم طائی کا واڈیا ہرا اور معلوم ہوتا ہے۔"

"واڈیا ہرا اور کا حاتم طائی بول نا... ہچ... تھوڑی سی پی کیا لی، بھیجا ہی کھسک گیا۔" شنکر نے اسے جھاڑا۔ مگر دونوں کاسٹو کے پیچھے چلتے رہے۔ اس دروازے میں داخل ہو کر اور ان دونوں کے اندر آنے کے بعد دروازہ بند ہو گیا۔ اب وہ ایک چوکور سے ٹھنڈے کمرے میں تھے اور ڈی کاسٹو کے علاوہ یہاں آدمی اور موجود تھا۔

"کتنے آدمی اور چاہئیں؟" ڈی کاسٹو نے اس سے پوچھا۔

"بس تین اور۔" اس آدمی نے جواب دیا۔

"تو دو آدمی یہ لے جاؤ، ایک کا انتظام بعد میں کرتا ہوں۔"

"آؤ، چلو۔" اس آدمی نے جو بھاری جسامت اور خوفناک سی شکل کا تھا، ان دونوں کو پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔

"او بھائی، پینے کو بھی ملے گی؟" وہ اسے روک کر پوچھنے لگے۔

"کیوں نہیں، مگر کام کے بعد۔" اس نے کہا۔

"ارے تو بولو نا کیا کام ہے؟ کسی کا سر اتارنا دیں گردن سے، مگر ملے گی کونسی؟"

"جو مانگو گے۔" وہ آدمی بولا۔

Akram Allahabadi

"ارے واہ میرے استاد، تب تو اپنی جان بھی حاجر ہے۔" شنکر کے ساتھی نے سینہ ٹھونک کر کہا۔ اور دونوں اس آدمی کے پیچھے چلتے ہوئے پچھلے دروازے سے باہر نکل گئے۔ ان کے جانے کے بعد ڈی کاسٹولوٹ کر شراب خانے میں آیا اور کاؤنٹر کے قریب سے گزرتے ہوئے ایک لمحے کے لیے رک گیا۔

"ہوشیاری سے کام لو، مجھے شک ہے کہ پولیس کی نظر اس طرف بھی پڑ رہی ہے۔" اس نے دبے لہجے میں کاؤنٹر والے سے کہا۔

"او کے، باس۔ آپ بے فکر رہیں۔" وہ جلدی سے بولا۔

ڈی کاسٹو آگے بڑھ گیا۔ پھر وہ پورے ہال پر سرسری نظر ڈال کر شراب خانے سے باہر نکل آیا۔ یہاں ایک سیاہ لمبی کار کھڑی تھی۔ وہ اندر بیٹھ کر جس وقت اسے اسٹارٹ کرنے لگا، اسی وقت ایک سایہ شراب خانے کی دیوار کی اوٹ سے نکل کر پھرتی سے لپکا اور کار کے لگیج روم کا ڈھکن آہستہ سے اٹھا کر اس کے اندر گھس گیا۔ کار روانہ ہو گئی۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

رات کے اندھیرے میں

آدھی رات کے سناٹے میں سیاہ لمبی کار شہر سے گزر کر تاڑ باغ کی کھاڑی کی طرف گھوم گئی۔ نہ جانے کس نے اس ساحلی علاقے کو تاڑ باغ کی کھاڑی کا نام دیا تھا، ویسے یہ حقیقت تھی کہ یہاں کثرت سے تاڑ کے درخت دور تک پھیلے ہوئے نظر آتے تھے اور ان کے سائے میں تھوڑے تھوڑے فاصلے سے دیسی عیسائیوں کے ٹین اور اکہری اینٹوں کے کچے پکے مکانات بنے ہوئے تھے۔ ان کے پالتو سور ڈکاریں مارتے ہوئے اِدھر اُدھر آوارہ گھوم رہے تے اور ایسے وقت جب کہ اس مقام کی آبادی خوابیدہ تھی، سمندر کی موجوں کے کنارے سے ٹکرانے کی شڑپ شڑپ کے علاوہ اگر کوئی آوازیں سکوت کو توڑتی ہوئی سنائی دیتی تھی تو ان ہی سوروں کی۔ کار ایک دومنزلہ نیم پختہ مکان کے سامنے رک گئی اور وی کاسٹو جلدی سے اس میں سے اتر کر اس مکان میں داخل ہو گیا۔ اس کے پیچھے ہی وہ سایہ بھی کار کی اسٹپنی کھول کر نکلا اور گاڑی سے کود کر مکان کی طرف بڑھنا ہی چاہ رہا تھا کہ اچانک کئی کتے اسے دیکھ کر بے تحاشہ بھونکنے لگے۔ وہ پریشان ہو گیا۔ اگر بھاگتا تو کتے دوڑا دیتے، مدافعت کرتا تو دوسروں کی نظر میں آجاتا۔ چنانچہ وہ کار کے اندر کود کر پچھلی نشست پر دبک کر بیٹھ گیا۔ اب کار سے نکلنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ اسے دومنزلہ مکان کا نچلا دروازہ کھلتا نظر آیا اور پھر تین سائے اس میں سے باہر آئے۔ مکان کے باہر ہی سرکاری روشنی کا کھمبا تھا۔ وہ سائے جب روشنی کے نیچے سے گزرنے لگے تو وہ دیکھ کر چونک پڑا، ان میں ایک سائے کو اس نے پہچان لیا۔ وہ مسٹر ڈکسن کے سوا کوئی نہیں تھا۔ وہ اتنی آہستگی سے پچھلا دروازہ کھول کر اسٹپنی کی طرف چلا گیا کہ خفیف سی آواز بھی نہ ہوئی، لیکن جب ڈکسن اور اس کے ساتھ کا ایک آدمی پچھلی نشست پر اور ایک آگے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے تو ڈکسن کا ہاتھ کار کے دروازے پر لگ گیا۔

Akram Allahabadi

"یہ دروازہ کیوں کھلا ہوا تھا؟" اس نے ڈی کاسٹو سے پوچھا۔ اس کے ساتھ والا آدمی وہی تھا۔

"ادھر کا...؟ مگر میں تو ڈرائیونگ کر رہا تھا۔"

"کیا اور کوئی بھی تھا کار میں؟"

"قطعی نہیں۔"

"ہُم۔" ڈکسن نے سر ہلایا۔ "خیر، چلو۔" وہ ڈرائیو کرنے والے سے بولا۔

کار اب بستی سے نکل کر ساحلی سڑک پر دوڑنے لگی۔ یہاں بالکل سناٹا تھا، کسی ذی روح کا دور تک نشان بھی نہ ملتا تھا۔

کچھ دور چل کر کار سڑک سے ہٹ کر ایک پتھریلے کٹاؤ کی طرف گھوم گئی۔ یہ پتھریلا کٹاؤ کافی دور تک گاؤدم شکل میں پانی کے اندر چلا گیا تھا۔ کار اس پر کچھ دور تک چلتی رہی، پھر رک گئی۔

"گاڑی سے اترنے کی ضرورت نہیں، ہیڈ لائٹس سے سگنل دو۔" ڈکسن نے کار ڈرائیو کرنے والے کو تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"او کے، سر۔" اس نے کار کی ہیڈ لائٹس کو بار بار جلا کر بجھانا شروع کر دیا۔ ایسا تین بار اس نے کیا۔ ان کی نظریں دور سمندر کے تاریک سینے پر لگی ہوئی تھیں۔ بمشکل ایک منٹ گزرا ہوگا کہ انھیں دور پانی پر ایک روشنی نظر آئی جو اس طرح تین بار روشن ہوئی اور بجھی۔ یہ ان کے سگنل کا جواب تھا۔

"روانگی کا سگنل دو۔" ڈکسن پھر بولا۔ اور اس بار ڈرائیور نے کار کی ہیڈ لائٹس روشن کر کے انھیں چند سیکنڈ تک آن رکھا، پھر بجھا دیں۔ دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ شاید اس کی ضرورت نہیں تھی۔

"اب گاڑی لے جاؤ۔" ڈکسن نے کار سے اترتے ہوئے کہا۔ ڈی کاسٹو بھی اتر

Akram Allahabadi

آیا۔

ڈرائیو کرنے والے کار گھمائی اور لے کر چل دیا۔ وہ دونوں وہیں ٹھہر گئے۔ انھیں اس بات کا شبہ بھی نہ ہو سکتا تھا کہ کار سے ایک اور وجود بھی اترا ہے، جوان سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک چٹان کی آڑ میں چھپا ہوا ہے۔ وہ تقریباً پندرہ منٹ تک وہیں ٹہلتے رہے۔ ڈکسن کاسٹو سے کہہ رہا تھا۔

"ہمارا کام تقریباً ختم ہو چکا ہے، اس آخری مرحلے پر بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔"

"ہمارا سارا انتظام مکمل ہے۔"

"تمہیں کسی نے دیکھ تو نہیں لیا ہے؟"

"ایک چڑیا کا بھی سایہ نہیں تھا۔"

"خیر، لیکن اس کام کے بعد تم کچھ دنوں تک شہر میں نہیں جاؤ گے۔"

"تب تو پولیس کو شبہ ہوگا۔"

"نہیں، میں اس بات کے ثبوت پیدا کر دوں گا کہ تم ان دنوں کمپنی کے کام سے کلکتے میں ہو۔"

"تب تو ٹھیک ہے، اور سلویا؟"

"وہ کامیابی سے پولیس کو ڈاج دے رہی ہے، اس کے سپرد صرف یہی کام کیا گیا ہے۔"

"ٹھیکیدار پر بھی پولیس کی نظر ہے۔"

"ہاں، لیکن وہ مرتے مرتے بھی اپنی زبان نہیں کھولے گا۔ اس قدر آمدنی تو اسے دس سالوں میں بھی نہ ہوتی۔"

"اگر خدا نہ کرے..."

Akram Allahabadi

"تب بھی بات صرف تم تک محدود رہے گی اور تم اسی لیے کچھ دن شہر سے باہر رہو گے کہ اس درمیان میں اگر کوئی کسی قسم کا خطرہ تمہارے لیے محسوس کیا گیا تو اس کا تدارک کر دیا جائے گا۔"

"مجھے معلوم ہے کہ ڈی سوزا نام کا کوئی انسپکٹر اس کلرک والے مرڈر کیس کی تحقیقات کر رہا ہے۔"

"ہمارا اس سے واسطہ نہیں، اس لیے اس کے بارے میں سوچنے کی بھی ضرورت نہیں۔"

ان کے باتیں کرتے کرتے ہی ساحل سمندر کی طرف سے کسی اسٹیمر کے خفیف سے شور کی آواز سنائی دینے لگی۔ اور کچھ دیر بعد انھیں ایک سیاہ دھبہ پانی پر اسی طرح حرکت کرتا ہوا نظر آیا۔ شاید اسٹیمر کی روشنیاں سب بجھی ہوئی تھیں۔

"ٹارچ نکالو اور اسے اشارہ کرو۔" ڈکسن نے ڈی کاسٹو سے کہا۔ اس نے جیب سے ٹارچ نکال کر اسے روشن کر کے اوپر نیچے کی طرف ہلانا شروع کر دیا۔

اسٹیمر کا شور بڑھتا گیا اور ساحلِ سمندر میں گھسے ہوئے حصہ زمین کے نزدیک آکر پانی میں ٹھہر گیا۔ ایک چھوٹی سی کشتی اندھیرے میں خارج ہوئی اور اسی طرف آنے لگی۔ وہ سایہ شاید ان کے ارادوں کو بھانپ گیا تھا، اس لیے وہ اس سے پہلے ہی پانی میں اتر گیا۔

کشتی کنارے آکر رکی اور اس میں سے صرف ایک آدمی اترا۔ یہ موٹر بوٹ تھی، لیکن یا تو اس میں سائلنسر لگا ہوا تھا، یا اتنی آہستہ چلنے سے موٹر کی آواز صاف نہ سنائی دی ہو۔

"سب ٹھیک ہے؟" ڈکسن نے اس آدمی سے پوچھا۔

"یس، باس۔"

"آدمی بھی پورے ہیں؟"

"یس، باس۔"

Akram Allahabadi

''ٹینکر پر پہرہ ہے کسی کا؟''

''صرف آئل کمپنی کے گارڈز ہیں۔''

''اسکیم کو کسی طرح فیل نہ ہونا چاہیے، ورنہ اگر تیل ڈپو میں پمپ کر دیا گیا تو کل بازاروں میں تیل کا قحط یکلخت ختم ہو جائے گا اور کمپنی دوبارہ اپنی پوزیشن مضبوط کر لے گی۔

''او کے، باس...اور اگر خدا نہ کرے ایسا ہوا بھی تو ڈپو میں بھی انتظام کیا جا چکا ہے۔''

''گڈ۔'' ڈکسن مسکرایا۔

پھر وہ تینوں اسی موٹر بوٹ میں بیٹھ گئے اور کشتی واپس اسٹیمر کی طرف روانہ ہو گئی۔

☆☆☆☆☆☆

اسٹیمر اپنی روشنیاں بجھائے آہستہ آہستہ سمندر کے سینے پر رینگ رہا تھا۔ اس ویران سناٹے میں دور تک صرف تاریکی ہی تاریکی کا راج تھا۔ ڈکسن اور ڈی کاسٹو اسٹیمر کے مختصر سے عرشے پر کھڑے اندھیرے میں گھور رہے تھے کہ پیچھے سے انھیں کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی وہ مڑ کر دیکھنے لگے جو آدمی ساحل پر اتر کران کے پیچھے کھڑا تھا۔

''باس، میسیج۔'' اس نے ڈکسن کی طرف دیکھ کر ادب سے کہا۔

''اچھا، چلو۔'' ڈکسن مڑ گیا۔ کیبن میں اتر کر وہ وائرلیس سیٹ کے پاس بیٹھ گیا اور ریسیونگ سوئچ آن کر دیا۔

''کم ان، ڈی کے اسپیکنگ۔'' وہ بھاری آواز میں ماؤتھ پیس پر بولا۔

''ڈی کاسٹو اپنے ساتھ جو آدمی لے گیا ہے وہ پولیس کے آدمی ہیں...اوور۔''

''میں دیکھتا ہوں۔''

''پولیس نے ڈیوی کے شراب خانے پر چھاپا مار کر اس کی تلاشی بھی لی ہے...

اوور۔“

”سلویا کہاں ہے؟“

”کوئی رپورٹ نہیں ملی۔“

”اسے تلاش کر کے رپورٹ دو...اوور۔“

یہ کہہ کر ڈکسن نے سیٹ بند کر دیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ ڈی کاسٹو کو گھور رہا تھا اور ڈی کاسٹو کے چہرے کا رنگ زرد ہو رہا تھا۔

”کہاں ہیں وہ آدمی؟“

”وہ...وہ...یہیں...اسٹیمر پر موجود ہیں باس۔“

”ہم...تو تم لائے ہو انھیں؟“ واپس لوٹتے ہوئے ڈکسن نے تلخ لہجے میں کہا۔ ڈی کاسٹو کانپ گیا۔

”میں قسم کھاتا ہوں، باس۔ مجھے معلوم ہوتا کہ وہ پولیس کے آدمی ہیں تو میں انھیں وہیں ختم کر دیتا۔“

”مجھے بہلانے کی کوشش نہ کرو۔“

”میری وفاداری پر شک نہ کیجیے، میں سچ کہہ رہا ہوں۔“

”شیری...“ ڈکسن حلق پھاڑ کر چیخا۔ اور وہی آدمی پھر فوراً یس باس کہتا ہوا سامنے آ پہنچا۔

”ان دو نئے مزدوروں کو جنھیں آج ڈی کاسٹو لایا ہے ہاتھ پاؤں باندھ کر سمندر میں دھکیل دو۔“ اس نے سرگوشی کے لہجے میں اسے حکم دیا۔

”اوکے، باس۔“ وہ فوراً چلا گیا۔ اور ڈکسن ڈی کاسٹو کو خشمگیں نظروں سے گھورنے لگا۔

”بب...باس۔“ ڈی کاسٹو نے کہنا چاہا۔

Akram Allahabadi

"چپ رہو۔" اس نے ڈانٹ دیا۔

شنکر اور اس کا ساتھی دونوں ایک کونے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ شیری ان کے سر پر پہنچ گیا۔

"اے، فالتو بیٹھنے کا نہیں ہے، چلو، وہ دونوں ڈرم کھول ڈالو۔" شیری نے انھیں حکم دیا۔

"اچھا اچھا، بوم کاہے کو مارتا ہے۔" شنکر کا ساتھی بڑبڑا کر اٹھا، مگر شیری آگے بڑھ چکا تھا۔ وہ آگے جا کر اپنے دوسرے دو آدمیوں کو کوئی ہدایت دے رہا تھا۔ لہجہ اس قدر آہستہ تھا کہ وہ کچھ نہ سن سکے۔

"بیٹے، معاملہ کچھ گڑبڑ معلوم ہوتا ہے۔" شنکر نے اپنے ساتھی سے کہا۔

"مجھے بھی شک ہو رہا ہے۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"تم نے وائرلیس میسیج بھیج دی تھی؟"

"بالکل۔"

"میرا خیال ہے سگنل دے دو۔"

"لیکن ابھی تک انھوں نے کوئی غیر قانونی حرکت نہیں کی ہے۔"

"اور اس ٹینکر کے پاس کیا وہ جھک مارنے گئے تھے؟"

"میں سمجھا نہیں؟"

"مجھے ۹۰ فیصدی یقین ہے کہ اس ٹینکر میں ڈائنامائٹ نصب کیا گیا ہے۔"

"ڈائنامائٹ، کیوں؟"

"نہیں معلوم تھا کہ عقل کہیں رہن رکھ کر آئے ہو۔ کیا اس ٹینکر میں آئل کمپنی کے شہر کے لیے اپنے برما والے ڈپو سے تیل نہیں منگایا ہے؟"

"ارے اب سمجھا تب تو بچا لینا اسے۔"

Akram Allahabadi

"اسے بلو اپ کہاں سے کیا جائے گا، یہ میں بڑی دیر سے سوچ رہا ہوں۔ ویسے معلوم تو یہی ہوتا ہے کہ اس کی بلو اپ مشین اسی اسٹیمر پر کہیں موجود ہے۔"

"تو آپ اس کو تلاش کر رہے تھے اب تک؟"

"ہاں، لیکن اب جلدی کرنی چاہیے۔"

"مگر اسٹیمر سے کیسے بلو اپ کریں گے وہ؟"

"صرف ریڈیو کنٹرول سے ہی یہ کام ہو سکتا ہے۔"

وہ باتیں کر بھی رہے تھے اور بظاہر ڈرم بھی کھول رہے تھے کہ پشت سے ایک ہلکی سی سرسراہٹ کی آواز نے انھیں چونکا دیا۔ شنکر نے پلٹے بغیر ذرا سا ترچھا ہو کے دیکھا، کچھ انسانی سائے پنجوں کے بل چلتے ہوئے ان کی طرف بڑھ رہے تھے۔

"وہ آ رہے ہیں۔" شنکر بڑبڑایا۔ "تیار رہو۔"

"بالکل۔"

عقبی تاریکی سے تین انسانی سائے نکل کر اچانک ان پر جھپٹ پڑے، لیکن ان دونوں نے کچھ نہیں کیا، صرف پھرتی سے دونوں اچھل کر دور ہٹ گئے اور وہ تینوں کے تینوں ان ڈرموں پر جا گرے اور پھر باقاعدہ گھونسے بازی شروع ہو گئی۔ وہ تین چند ہی گھونسوں میں پناہ مانگنے لگے، ٹھیک اسی وقت شیری سامنے آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھا۔

"بس بس، اب مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔" وہ گرجا۔

اس کی آواز سنتے ہی اس کے آدمی دور ہٹ گئے۔ شیری نے پستول کے ٹرائیگر پر پر انگلی رکھی تھی کہ ایک سیکنڈ میں شنکر کی جیب سے ریوالور نکلا اور فائرنگ کی آواز کے ساتھ شیری کے حلق سے ایک بھیانک چیخ نکلی۔ اس کا ہاتھ جھول گیا اور پستول دور جا گرا۔

"خبردار جو کسی نے بھاگنے کی کوشش کی۔" شنکر ان سب کی طرف دیکھ کر بولا۔

وہ ٹھٹک گئے۔

Akram Allahabadi

"پستول پھینک دو اپنے۔" ایک دوسری آواز نے پھر حالات بدل دیے۔ وہ سامنے نہیں آیا تھا، مگر آواز ڈکسن کی ہی تھی۔

"پھینک دو اپنے پستول ورنہ۔۔" شنکر نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھ کر پستول نیچے گرا دیا۔

"شیری، باندھ دو انھیں رسیوں سے۔" ڈکسن نے حکم دیا۔

شیری کا ایک ہاتھ زخمی تھا، اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔ "باندھ دو ان سوروں کو۔" اور وہ تینوں جو پہلے ہی مار کھا کر جلے ہوئے تھے، ان پر ٹوٹ پڑے، رسیوں سے کس دیا۔

"میں پہلے ہی کہہ رہا تھا کہ سگنل دے دو۔" شنکر اپنے ساتھی سے کہا۔

"گھبرایئے نہیں، میں اب بھی دے سکتا ہوں۔ میرا ایک ہاتھ جیب تک پہنچ سکتا ہے۔"

"تو پہلے انھیں ہٹ جانے دو۔" شنکر آہستہ سے بولا۔

"تم لوگ ان کی نگرانی کرو۔" شیری نے کہا اور خود ڈکسن کی آواز کی طرف چلا گیا۔

"مجھے ڈی کا سٹو پر شک ہے۔ اسے بھی ان لوگوں کے ساتھ ختم کر دو۔" ڈکسن نے اسے سرگوشی کے لہجے میں حکم دیا۔

"میں خود ان کا کام پورا کیے دیتا ہوں۔"

یہ کہتا ہوا وہ کیبن کی طرف چلا گیا۔ یہاں کیبن میں چھوٹا سا کمرہ تھا، جس پر بے۔ سی۔ لکھا ہوا تھا اور شاید اسی وجہ سے ادھر کسی کا دھیان نہ جاتا ہوگا۔ ڈکسن نے جب اسے کھولا تو اس میں ریڈیو کنٹرول بلو اپ مشین لگی تھی۔ اس نے مشین کو آن کر دیا اور ریڈیائی لہروں کی ٹرانسمٹ کرنے لگا۔ جب اس کے اسکرین پر دھندلاہٹ میں اس ٹینکر کا خاکہ ابھرا تو اس نے بلو اپ کا لیور کو جھٹکے سے دبا دیا۔

☆☆☆☆☆☆

خوفناک دھماکے

ایک بڑے زبردست دھماکے سے سارے ساحلی علاقے میں کھلبلی سی مچ گئی۔لوگ بھاگنے لگے۔شہر کے تمام آدمی گودی کی طرف دوڑنے لگے۔

نیشنل اسٹینڈرڈ آئل کمپنی نے شہر میں تیل کی قلت دور کرنے کے لیے اپنے برما کے ڈپو سے ایک بڑا ٹینکر تیل بھر کر منگوایا تھا، آج ہی شام کو آیا تھا۔ مسلح محافظ کا بھی پتا نہ چلا۔ اس دھماکے سے آس پاس کی عمارتیں اس طرح لرز اٹھیں جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔دھماکے کی روشنی نے آسمان سے گرنے والی بجلی جیسی چکا چوند پیدا کر دی تھی۔بغیر اطلاع ہوئے ہی اس دھماکے کو سن کر اور روشنی کو دیکھ کر تمام بڑے اسٹیشنوں سے فائر انجن گودی کی طرف دوڑ پڑے۔ پھر ایک دھماکا اور ہوا اور ٹینکر کا باقی حصہ بھی ٹکڑے ہو کر اڑ گیا۔ پہلا دھماکا ٹینکر کے تیل کے ذخیرے کا تھا اور دوسرا اس کے انجن والے حصے کا اور پھر لوگوں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔

انھیں ٹینکر کے آس پاس دور تک سمندر میں آگ لگی نظر آئی۔پانی سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔دھماکے سے کمپنی کے گودی کے شیڈ تک اڑ گئے تھے اور ان کی دیواریں منہدم ہو گئی تھیں۔ ریلنگ پر رکھی ہوئی کرینیں ترچھی ہو کر گر پڑی تھیں اور پتا نہیں گودی کے رات کی ڈیوٹی والے عملے کے آدمیوں کا کیا حشر ہوا ہوگا۔کل تین دھماکے ہوئے تھے، جن میں سے پہلا ڈائنا مائٹ کا تھا، دوسرا تیل کے ذخیرے کا، تیسرا جہاز کے انجن روم کی ٹنکی کا اور سمندر میں آگ اس تیل کے دور تک پھیل جانے سے لگی تھی۔

صبح ہوتے ہی ان دھماکوں اور ان سے ہونے والے نقصانات کی تفصیلات جب اخباروں کے ذریعے منظرِ عام پر آ گئیں تو سارے شہر میں ایک تہلکہ مچ گیا۔کمپنی کے دس محافظ اور ایک محافظ افسر جو ٹینکر پر ڈیوٹی دے رہا تھا، ان کا تو پتا ہی نہیں چلا۔

Akram Allahabadi

اخباروں نے سیاہ چوکھٹوں میں یہ خبر شائع کی تھی اور یہ بھی کہا گیا تھا کہ یہ صرف ابتدائی رپورٹ ہے، آخری تفصیلات آج معلوم ہوں گی، جن مین ہوسکتا ہے جانی اور مالی نقصانات اندازے سے زیادہ ہوں۔ حادثے کی وجہ ابھی تک نہیں معلوم ہوسکی۔ سگنل ملتے ہی کنارے سے پولیس کی لانچیں چل پڑیں اور اس اسٹیمر کو چاروں طرف سے گھیر لیا، مگر اتنی دیر میں انجن روم سے ریڈیو کنٹرول مشین کھول کر سمندر کی نذر ہو چکی تھی۔ ڈی سی پی خود پولیس لانچ پر موجود تھا۔ ڈکسن کے اسٹیمر سے کسی نے پولیس کی راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کی، بلکہ جب ڈی سی پی اوپر آیا تو ڈکسن نے ہیلو کہہ کر خود مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

"میں آپ کے اسٹیمر کی تلاشی لینا چاہتا ہوں۔" ڈی سی پی نے روکھے لہجے میں کہا۔

"شوق سے۔" وہ مسکرایا۔

"چنانچہ پولیس اسٹیمر کی تلاشی لینے لگی، مگر اسے نہ اسٹیمر پر کوئی قابل اعتراض چیز ملی، نہ ہی ڈی کا سٹو کا پتا چلا۔ صرف وہی دونوں شنکر اور اس کا ساتھی ایک جگہ بندھے پائے گئے۔

"یہ دو نئے آدمی میرے اسٹیمر پر مزدوروں میں شامل ہو کر آئے تھے، لیکن ان کی حرکتیں مشتبہ دیکھ کر میں نے انھیں بندھوا دیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ چوری کی نیت سے آئے ہوں گے۔" ڈکسن نے بڑے اطمینان اور سنجیدگی سے کہا۔

اس کی بے باکی اور اس خود اعتمادی پر ڈی سی پی بھی چکرا گیا۔ ورنہ جانے کیوں وہ وہاں یہ نہ کہہ سکا کہ یہ پولیس آفیسر زہیں۔

"خیر، میں انھیں لیے جاتا ہوں، معلوم کروں گا کون لوگ ہیں۔" اس نے یہ کہہ کر شنکر اور اس کے ساتھی کو قبضے میں لے لیا۔

"اوہ ہاں، دیکھیے، ان میں سے ایک نے گولی چلا کر میرے ایک آدمی کا ہاتھ بھی زخمی کیا ہے۔ تفصیلی رپورٹ میں وہیں آ کر درج کراؤں گا۔"

"کہاں ہے وہ آدمی؟" ڈی سی پی نے دانستہ اظہار تعجب کیا۔

Akram Allahabadi

"شیری...شیری۔" ڈکسن نے آواز دی۔اور شیری سامنے آگیا۔

اوہ...اور آپ نے انھیں اسپتال بھی نہیں بھیجا؟"

"معمولی چوٹ ہے، گولی زخم لگاتی ہوئی نکل گئی ہے۔"

"پھر بھی میں پولیس رپورٹ کے لیے ان کا اسی وقت ڈاکٹری معائنہ کرانا ضرور سمجھتا ہوں۔"

"کیا یہ ضروری ہے؟"

"قطعی۔"

"تو آپ انھیں ساتھ لے جاسکتے ہیں، لیکن جلدی واپس کر دیجیے گا۔ یہ میرے اسٹیمر کے عملے کے ہیڈ ہیں۔"

"زیادہ دیر نہیں لگے گی، مگر اتنی رات گئے آپ اسٹیمر کے یہاں موجود ہونے کی وجہ بھی میں جاننا چاہتا ہوں؟" ڈی سی پی نے کہا۔

"مجھے رات کو سمندر کی سیر اور مچھلی کے شکار میں مزہ آتا ہے، ویسے اس وقت تو میں ان دھماکوں کی آواز سن کر واقعہ معلوم کرنے کے لیے جا رہا ہوں۔" اس نے اطمینان سے بتایا۔

ڈی سی پی اب تینوں کو لے کر اپنی لانچ میں چلا آیا۔

"یہ سب کیا ہے؟" اپنی لانچ میں آکر اس نے شنکر سے پوچھا، شیری کو اس نے باہر ہی رکھا تھا۔

"کیا آپ نے وہ دھماکے نہیں سنے؟"

"دھماکے بھی سنے ہیں اور شعلوں کی روشنی بھی دیکھی ہے، مگر کیوں؟"

"آئل کمپنی کا ٹینکر اسی اسٹیمر پر کہیں نصب کیے ہوئے ریڈیو کنٹرول بورڈ سے بلو اپ کیا گیا ہے، اس میں ڈائنامیٹ لگایا گیا تھا۔"

"لیکن تلاشی میں تو وہاں کچھ نہ ملا۔" ڈی سی پی نے بتایا۔

Akram Allahabadi

"تب پھر کہیں سمندر میں دھکیل دیا گیا ہوگا۔ ڈی کا سٹو بھی غائب ہے، جس کا مطلب یہ ہے جکہ وہ اور سیٹ دونوں پانی میں دھکیل دیے گئے ہیں۔"

"پھر کیا خیال ہے؟"

"کیس میرے چارج میں ہے، اس لیے میں ہر اقدام کا ذمے دار ہوں، آپ فکر نہ کیجیے۔" یہ کہہ کر شنکر نے تیزی سے اپنا میک اپ اتار ڈالا۔ اب وہ سپرنٹنڈنٹ خان تھا، پھر اس کے ساتھی نے بھی میک اپ اتار دیا، اور وہ بالے کے سوا اور کون ہو سکتا تھا۔ ویسے تو ڈی سی پی نہ پہچان سکتا، لیکن وائرلیس پر وہ خبر کر چکے تھے کہ وہ اس طرح کے میک اپ میں ہیں۔

"وہ اسٹیمر تو لے جا رہا ہے اپنا؟" بالے نے ان کی توجہ ڈکسن کے اسٹیمر کی طرف کرائی۔

"ہمارے پاس اس وقت غوطہ خور بھی نہیں ہیں، اس لیے اس وقت تو اسے جانے ہی دیا جائے، البتہ اس جگہ پولیس کی ایک لانچ پہرہ دے گی اور صبح تلاشی کرا لیں گے۔" خان نے جواب دیا۔

"اور ڈکسن؟"

"اسے مغالطے میں رہنے دیجیے کہ وہ پولیس کو بیوقوف بنانے میں کامیاب رہا۔" خان نے کہا۔

"جیسا جی چاہے کیجیے۔"

"ہم اب واپس چل رہے ہیں۔ صرف موٹر لانچ نگرانی کرے گی۔" خان نے جواب دیا۔

اور اس کے بعد یہی کیا، لانچ کو وہاں نگرانی پر چھوڑ کر وہ بھی واپس کنارے کی طرف روانہ ہو گئے۔ شیری ان کے قبضے میں تھا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

تیل کی قلت دو دن میں دور کر دینے کا کمپنی نے جو اعلان کیا تھا، رات کے واقعے سے اس پر اوس پڑ گئی اور سویرے ٹینکر کے تباہ ہونے کی خبر کے ساتھ ساتھ شہر میں مٹی کے تیل کی بلیک مارکٹ کے دام چوگنے ہو گئے۔ عام طور پر یہ بات کہی جانے لگی کہ قیمتیں بڑھانے کے لیے کمپنی نے یہ اور ایک اسٹنٹ کھیلا ہے۔

کمپنی کا جنرل منیجر خود اس وقت سپرنٹنڈنٹ خان کی آفس میں بیٹھا تھا اور بہت پریشان نظر آ رہا تھا۔ پہلے وہ سیدھا کمشنر کے پاس ہی پہنچا تھا، یہ سمجھ کر کہ اس کی غیر ملکی شخصیت اور بڑے عہدے سے مرعوب ہو کر کمشنر شاید فوری طور پر کمپنی کے حق میں بے گناہی کا اعلان کرا دے گا، لیکن جب کمشنر نے اسے لفٹ نہ دی تو اسے سراغ رساں آفیسر کی اہمیت کا احساس ہوا، لیکن کیونکہ وہ کمپنی کی طرف سے دوسرے اخراجات کے علاوہ دس ہزار روپے ماہانہ کی تنخواہ پاتا تھا، اس لیے اکڑ وہی تھی۔

''دیکھیے، آپ لوگ کچھ کیجیے۔ کمپنی کی بڑی بدنامی ہو رہی ہے۔'' وہ خان سے کہہ رہا تھا۔''

''اگر آپ برا نہ مانے تو میں کہوں گا کہ ہمارا محکمہ پولیس آپ کی کمپنی کا ملازم نہیں ہے اور اسے کمپنی کی نیک نامی اور بدنامی سے کوئی واسطہ نہیں۔'' خان نے بھی ویسا ہی جواب دیا۔ اور جنرل منیجر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

''مجھے افسوس ہے کہ یہاں کی پولیس ہماری کوئی مدد نہیں کر رہی ہے۔'' وہ بولا۔

''آپ غلط سمجھے۔ قانون کے دائرے میں مدد کرنے کو تیار ہیں، لیکن آپ کا لہجہ تحکمانہ ہے۔'' خان نے اسے نرمی سے کہا۔

''اوہ، آئی ایم ساری۔'' وہ شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے بولا۔

''میں حالات سے غافل نہیں ہوں۔''

Akram Allahabadi

"تو کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ٹینکر کو تباہ کس نے اور کیوں کیا ہے؟"

"سر دست یوں ہی سمجھ لیجیے کہ جو چوہے آپ کی ٹنکیوں کا تیل پی گئے، یہ کام بھی ان ہی تیل کے چوروں کا ہے۔"

"کون ہیں وہ لوگ؟"

"تحقیقات جاری ہے اور اگر یقینی طور پر یہی معلوم ہو جاتا تو وہ اب تک آزاد نہ رہ پاتے۔" خان نے اسے اطمینان دلایا۔

"یہاں کی حکومت، یہاں کے سیاست دان سب ہمیں ہی شبے کی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ اگر اسی غلط فہمی کی بنا پر ہم سے تیل کی مراعات واپس لے لی گئیں تو ہم تباہ ہو جائیں گے۔" وہ تقریباً فریاد کرتی ہوئی آواز میں بولا۔

"ٹھہریے، آپ کسی مسٹر ڈکسن کو جانتے ہیں؟"

"جی نہیں۔"

"کمپنی سے کسی اس نام کے آدمی کا کوئی واسطہ یا بیر رہا ہے؟"

"نہیں تو، اور بیر کا کیا سوال؟ ہم کوئی مقابلہ بازی نہیں کر رہے۔"

"خیر، آپ کی کمپنی کے علاوہ اور کن ممالک کی کمپنیوں نے ہماری حکومت سے مراعات کی کوشش کی؟"

"میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا۔ لیکن مجھے شبہ ہے کہ کوئی ہمارے ملک اور آپ کے ملک کے تعلقات بگاڑنے کے لیے دشمن ملک سے سازش کر رہا ہے۔"

"ہمارا کوئی دشمن نہیں، ہمارا ملک سب کا دوست ہے۔" خان نے کہا۔

"میرا مطلب آپ سے نہیں، میرے ملک کے دشمنوں سے ہے۔ وہ ہمیں آپ کی نظروں میں بدنام کر کے خود ہمارا مقام حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

"اگر ایسا ہوا تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں خود ان کی سازش بے نقاب کر

Akram Allahabadi

کے حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کروں گا۔" خان نے وعدہ کیا۔

"اوہ، بہت بہت شکریہ۔ ہم یہ احسان کبھی نہ بھولیں گے۔"

"یہ ہمارا فرض ہے، کسی پر احسان نہیں۔ ویسے آپ کو کسی پر شبہ تو ہو سکتا ہے؟"

"میں کیا بتاؤں، لیکن ابھی آپ کسی مسٹر ڈکسن کا ذکر کر رہے تھے؟"

"ایک غیر ملکی سفارت خانے کا اعزازی رکن ہے۔"

"کیا آپ بتا سکیں گے کون سے سفارت خانے کا؟"

"مجھے افسوس ہے کہ بعض مصلحتوں کے پیشِ نظر میں اسے ابھی راز میں ہی رکھنا چاہتا ہوں، لیکن ہاں ایک چیز اور۔" یہ کہہ کر خان نے جیب سے ایک تصویر نکالی اور اس کی طرف بڑھا دی۔ یہ مس پارکر کی تصویر تھی۔

"اسے پہچانتے ہیں آپ؟" اس نے پوچھا، مگر اسے کوئی جواب نہ ملا۔ جنرل منیجر اس تصویر کو آنکھیں پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔

"آپ ضرور اسے جانتے ہیں۔" خان نے دہرایا۔

"جی ہاں، یہ میرے آئل انجینئر کی دوست لڑکی ہے۔ میں... میں بھی اسے پسند کرنے لگا تھا، لیکن نہ جانے کیوں اس نے مدت سے مجھ سے ملنا چھوڑ دیا ہے۔" جنرل منیجر نے اقرار کیا۔

"وہ آئل انجینئر کون ہے؟"

"اس کا نام میکاشو ہے۔ ایک انجینئر ہے۔"

"آپ کے یہاں کیا کام کرتا ہے وہ؟"

"ٹینکروں کے تیل کی پمپنگ وغیرہ کی نگرانی اس کے سپرد ہے۔"

"کیا وہ قابلِ اطمینان آدمی ہے؟"

"وہ سیدھا اور شریف آدمی ہے، لیکن اس لڑکی سے ان واقعات کا کیا واسطہ۔"

"وہ میں پھر بتاؤں گا، پہلے میں اس انجینئر کو حراست میں لینا چاہتا ہوں۔"

"لیکن...وہ تو...وہ تو..." جنرل منیجر نے کہنا چاہا۔

"آپ اس طرح میرے کام میں مداخلت کریں گے تو میں کچھ نہ کرسکوں گا۔"

"نہیں نہیں، میرا مطلب یہ نہیں۔"

"میں آپ کو بتادوں کہ جن لوگوں نے آپ کے ٹینکر کو تباہ کیا ہے، یہ لڑکی ان کی آلۂ کار ہے اور اس طرح آپ کا انجینئر بھی ان میں شامل سمجھا جاسکتا ہے۔"

"کیا مس پارکر؟"

"جی ہاں۔ اور میں آپ کو یہ بھی بتادوں کہ وہ نہ امریکن ہے نہ آئرش، وہ ایک جرمن لڑکی ہے جس نے جنگ کے زمانے میں نازیوں کے ایجنٹ کی حیثیت سے مڈل ایسٹ کے تیل کے محاذ پر کام کیا ہے۔"

"یعنی اس لڑکی نے؟" جنرل منیجر نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

"جی۔"

"تو آپ جیسے مجھے، کیجیے۔"

"میں بہت کرسکتا ہوں، لیکن حالات ایسے ہیں کہ مجھے بہت محتاط ہوکر کام کرنا پڑ رہا ہے۔ آپ چل کر اسے کسی کام میں الجھایے، میں آتا ہوں۔" خان نے کہا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

ڈرامہ

ایک عجیب سا ڈراؤنی منظر تھا۔شوکت ایک کرسی سے بندھا ہوا تھا اور دوسری کرسی پر مس پارکر ریشمی ڈوریوں سے بندھی ہوئی تھی۔ان کے سامنے اسی بوڑھے میجر کے میک اپ میں سارجنٹ بالے ہاتھ میں ہنٹر لیے موجود تھا۔شوکت کبھی اسے دیکھتا اور کبھی مس پارکر کو۔

"موٹے آدمی، اگر تم مجھے اس سارجنٹ کا پتا نہیں بتاؤ گے تو میں تمہاری کھال ادھیڑ دوں گا اس ہنٹر سے۔" وہ شوکت سے کہہ رہا تھا۔

"اے لو، مجھے مالوم ای نئیں ہے تو کاں سے بتا دوں؟" شوکت بولا۔

"بکو مت۔" بالے نے ہنٹر زمین پر مارا۔ "تمہیں ضرور معلوم ہے، وہ تمہارا دوست ہے۔"

"اللہ قسم، میرا کوئی دوست نہیں ہے، میاں خاں۔اور پولیس والے کب کسی کے دوست ہوتے ہیں۔" شوکت نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں تمہیں صرف پانچ منٹ سوچنے کے لیے دیتا ہوں، مجھے زندہ یا مردہ وہ آدمی چاہیے۔"

یہ کہہ کر وہ مس پارکر کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"ہاں تو مس، اب بھی اگل دو کہ تم کس کے لیے کام کر رہی ہو؟ میں اپنا حساب چکانا چاہتا ہوں۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔" مس پارکر نے نفرت سے کہا۔

"لڑکی۔" بالے نے ہنٹر گھما کر اس طرح مارا کہ وہ بال بال بچ گئی۔

"ارے ایک نازنین نازک بدن کو کائے کو مارتے ہو؟" شوکت سے نہ رہا گیا۔

Akram Allahabadi

"تم چپ رہو۔"

"اے لو، بہادر لوگ کہیں اورت پے بھی ہاتھ ماتھا اٹھاتے ہیں۔" شوکت نے اپنی دانست میں اسے غیرت دلائی۔

"چپ رہو، بھینسے۔ بلکہ نہیں تو تمہاری کھال پہلے ہی ادھیڑ دوں گا۔"

"تم خد بھینسے، بلکہ بکرے۔" شوکت عادت کے مطابق روانی میں بول گیا، مگر پھر اسے احساس ہوگیا کہ وہ اس کا قیدی ہے۔ "اللہ تمہاری بھی ادھیڑے گا کھال، کرلو ظلم۔ میں خان صاحب سے کہہ کر تمہارے انڈے بچے تک چیل کوؤں کو کھلوا دوں گا۔" شوکت نے اپنی دانست میں اسے ایک زبردست دھمکی دی۔

"میں تمہارے خان صاحب کا علاج چند منٹوں میں کرسکتا ہوں، مگر پہلے مجھے اپنے بزنس سے نبٹنا ہے، پھر دیکھ لینا۔ ہاں تو مس پارکر، میں ... میں جانتا ہوں کہ تمہارا اصل باس ڈکسن نہیں ہے، لیکن خیر، سر دست مجھے کچھ جیب خرچ چاہیے، اس لیے میں جو کہتا ہوں، وہ اس کاغذ پر لکھو۔"

"میں نہیں لکھتی۔"

"تم چار دن سے ضد کر رہی ہو اور میں طرح دے رہا ہوں۔ کاش، تم جان سکتیں کہ کرنل وارڈ جب ضبط کی حد سے آگے بڑھ جاتا ہے تو کیا بن جاتا ہے۔"

"میں نہیں لکھوں گی۔"

"تمہارے فرشتے لکھیں گے۔" یہ کہہ کر بالے نے اس کے بال مٹھی میں جکڑ لیے۔ وہ کراہنے لگی۔

"ارے ارے، مرجائے گی سالی۔ نہیں... اللہ توبہ بیچاری۔ او مس پارکر، کاہے کو نہیں لکھ دیتیں تم بھی؟" شوکت پھر کلبلا کر بول اٹھا۔

"شٹ اپ۔" بالے نے دوبارہ اسے ڈانٹا۔ ساتھ ہی اس کا ہنٹر لہرا کر شوکت کے

Akram Allahabadi

ہاتھ پر پڑا اور وہ کراہ اٹھا۔ اس کے منہ سے عجیب عجیب سی گالیاں نکلنے لگیں۔

مس پارکر مجبور ہوگئی۔ اور بالآخر اس نے پین سنبھال لیا۔

"لکھو۔" وہ اس کے بال تھامے ہوئے بولا۔

"میں اس گروہ سے تعلق رکھتی ہوں جو نیشنل اسٹینڈرڈ آئل کمپنی کے تیل کی چوری اور شپنگ کمپنی کے کلرک کے قتل کا ذمے دار ہے۔" وہ لکھانے لگا۔

مس پارکر کو درد کی شدت سے مجبور ہو کر لکھنا پڑا۔ بالے نے کاغذ پر اس کے دستخط کرا کے جیب میں رکھ لیا۔

"اب ہم سمجھوتہ کر سکتے ہیں۔" یہ کہہ کر اس نے مس پارکر کو کھول دیا اور وہ اس کی شکل دیکھنے لگی۔

"کیسا سمجھوتہ؟" اس نے پوچھا۔

"مسٹر میکھی سے جا کر کہو کہ میں ان کے لیے ڈکسن سے بہتر پارٹنر ثابت ہو سکتا ہوں۔ اس نے اگر اکیلے اکیلے سارا مال ہضم کرنے کی کوشش کی تو میں یہاں کی حکومت کو اس پوری سازش سے نہ صرف واقف کر دوں گا، بلکہ تمہارے چور بازاری کے ذخیرے بھی اسے بتا دوں گا کہ کہاں کہاں موجود ہیں۔"

"مجھے نہیں معلوم تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ تم خوب جانتی ہو۔ کرنل وارڈ سے ایسے بزنس چھپا نہیں کرتے اور یہ میری مہربانی ہے کہ میں ابھی تک صبر و ضبط سے کام لے رہا ہوں۔"

مس پارکر نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"پچھلے دروازے سے باہر نکل جاؤ، باہر تمہیں ایک ٹیکسی ملے گی۔ تم جہاں چاہو، وہ تمہیں پہنچا دے گی۔" وہ بولا۔

مس پارکر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اسے گھورتی ہوئی پچھلے دروازے سے باہر

Akram Allahabadi

نکل گئی۔ بالے نے اندر سے دروازہ بند کر لیا۔

"ایسی تیسی تمہارے ڈرامے کی۔" شوکت کرسی سمیت اٹھتے ہوئے بولا۔

"اے موٹے آدمی، تم کرنل وارڈ سے گفتگو کر رہے ہو۔"

"تیل لینے گئے کرنل مرنل سب۔ ایک تو اتنا کس کے کرسی سے باندھ دیا اوپر ایک ہنٹر بھی جڑ دیا۔"

"کیا واقعی چوٹ لگ گئی؟"

"ہاں جاؤ لگ گئی، مگر اس بے چاری کو کائے کو مارا؟"

"مارا کہاں، وہ تو پیار کر رہا تھا۔"

"ہوں، ایسا ہوتا ہے پیار؟ یانی کہ بال گھسیٹ کے؟"

"تم نرے چغد ہو۔"

"ارے تم خد چغد مغد۔ تم نے تو کہا تھا تم اس سے میری دوستی کرا دو گے؟" شوکت نے بگڑ کر کہا۔

"وہ لوگ شروع سے تمہیں پولیس والوں کا ساتھی سمجھ رہے ہیں، اس لیے میں نے تمہاری تھوڑی سی مرمت کی تھی۔ رہی تمہاری اور اس کی دوستی تو وہ میرا وعدہ۔"

"کیا پھر فائدہ، اب چڑیا تو اڑ گئی، یانی پھر۔"

"اڑی نہیں، بیٹے، اب قابو میں آئی ہے۔"

"اے لو، مجھے ای بنانے لگے۔ یانی کہ وہ تو چلی گئی اور آپ ہیں الف لیلا پڑھا رہے ہیں۔ میاں خاں، تم خد سچ مچ کے چغد ہو۔ اب پیٹنا لکیر۔"

"دیکھتے جاؤ، آگے آگے عشق میں ہوتا ہے کیا۔"

"ٹھینگا ہوتا ہے۔ لاحول ولاقوۃ۔ میں بھی کاں بیوقوف بن گیا۔"

"چلو آج رات کو ملاقات نہ کرائی تو میرا نام نہیں۔"

Akram Allahabadi

"اللہ قسم؟"

"تمہارے جذبے محبت کی قسم۔"

"مگر وہ تو پولیس کا دوست سمجھتی ہے نا مجھے؟"

"اسی لیے تو میں اس سے کہوں گا کہ وہ تم سے دوستی گانٹھ کر سارجنٹ بالے کا پتا معلوم کرنے کی کوشش کرے۔" بالے نے بتایا۔

"ہاں ہاں، یہ اچھی ترتیب...بھیں وہیانی کہ تخریب۔ لاحول ولاقوۃ۔ مگر یہ تم نے ڈپو کے پاس والی زمین کا ٹینڈر مجھ سے کائے کو بھروایا تھا؟"

"تا کہ تم مٹی کھودو۔"

"کیوں؟ یانی کہ کائے کو؟"

"ارے یعنی پہلے خان صاحب کو شبہ تھا کہ ان تیل کی ٹنکیوں کو ٹیمپر کر کے ان کا تیل پاس کی زمین کے اندر پائے ہوئے گڑھوں میں بہا دیا جاتا ہوگا، مگر وہ خیال غلط تھا۔"

"تو یانی کہ فضول محنت؟"

"کیوں، کیا تمہارے تعمیراتی ٹھیکوں میں وہ مٹی کام نہ آئے گی؟"

"آتی تو ہے، مگر اب کیا میں مٹی کھودنے کے بھی ٹھیکے لیتا پھروں؟"

"خیر، جو ہوا، سو ہوا، اب شام کی سوچو۔"

"ہائے، کتنی خوبصورت لونڈیا تھی۔ میرا تو دل ابھی تک دھڑک رہا ہے۔"

"حماقت کی باتیں نہ کرو، دل نہ دھڑکے تو زندہ کیسے رہو گے۔"

"یہ لو، کائے کو نہیں رہو گے۔ وہ جو کسی شاعر نے کہا ہے۔"

"اف فوہ، شروع ہو گئے بس۔ اچھا کہہ ڈالو کیا کہا ہے؟"

"ارے وئی...اِن کو دیکھا تو رک گئیں میری دھڑکنیں دل کی۔" شوکت نے شعر پڑھا۔ "مگر سالا مرا کاں تھا آگے بھی تو بھوت شعر لکھے ہیں۔ مر گیا ہوتا تو کیسے لکھتا۔" شوکت

نے بحث شروع کر دی۔

"شوکت، تم ایسا کرو کہ اس سال علی گڑھ سے جامعہ اردو کے امتحان میں بیٹھ کر منشی فاضل کی ڈگری لے آؤ۔"

"اے لو، بھیجہ پھر گیا ہے۔ میں خود اپنی کمپنی میں دس دس منشی نوکر رکھتا ہوں، کیا میں منشی بنوں گا بھلا۔"

"خدا کی قسم سو گدھے مرے ہوں گے، تم پیدا ہوئے ہو گے۔"

"کیا مطلب؟" شوکت چونکا۔

"ایک ضرب المثل ہے۔"

"ایسی تیسی ایسی ضرب المثل کی۔"

"اچھا، باہر تو نکلو یہاں سے۔"

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

سراغ

"تیل کی ٹنکیاں کہیں سے ٹیمپر بھی نہیں کی گئیں اور تیل ان سے نکالا بھی نہیں گیا، اس لیے یقیناً وہ واپس کہیں پمپ کیا گیا ہے اور یہ کام آپ کی شراکت کے بغیر ناممکن ہے۔" خان انجینئر سے کہہ رہا تھا۔ وہ اس وقت خوفزدہ سا ان کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ایک اوسط قد وقامت کا ۳۰۔۴۰ سالہ تندرست آدمی تھا، مگر بشرے سے شرافت اور معصومیت جھلکتی تھی۔

"آپ ایک ناممکن بات کہہ رہے ہیں۔" وہ بمشکل بولا۔

"میں قطعی ممکن بات کہہ رہا ہوں۔ پمپنگ پلانٹ (Reverse) چلایا جائے تو تیل ٹنکیوں سے واپس پمپ ہونے لگے گا۔" خان نے کہا۔

"یہ قطعی ممکن ہے۔" جنرل منیجر جلدی سے بولا۔

"آپ لوگ چاہیں تو مجھے مار ڈالیں یا پھانسی پر چڑھا دیں، مگر یسوع مسیح کی قسم میں نے کمپنی کے ساتھ کوئی بے ایمانی، کوئی غداری نہیں کی ہے۔ میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"آپ رات کو یہاں رہتے ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"کیا مس پارکر آپ سے یہاں ملنے آتی تھی؟"

"جی ہاں، جنرل منیجر کی طرف سے اسے اندر آنے کی خصوصی اجازت تھی۔"

"اور اجازت آپ نے دلائی تھی؟"

"جی، کچھ ایسا ہی سمجھیے۔ ویسے جنرل منیجر خود بھی اسے پسند کرتے تھے۔ آپ ان سے پوچھ سکتے ہیں۔" اس نے صاف گوئی سے کام لیا۔

Akram Allahabadi

"مجھے معلوم ہے، لیکن وہ آپ کے ساتھ یہاں کب تک رہتی تھی؟"

"کبھی کبھی رات گئے تک اور کبھی ۹۔۱۰ بجے ہی چلی جاتی ہے۔"

"پمپنگ مشین میں رات کو کتنا اسٹاف رہتا ہے؟"

"رات میں ایک دو ہی رہتے ہیں، لیکن اگر کوئی کام نہیں ہوتا تو باہر جا کر سو جاتے ہیں۔"

"تو وہ آپ کو کافی شراب پلاتی ہوگی؟"

"جی۔" وہ انجینئر چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔ پھر اس نے خود ہی کھوئے ہوئے انداز میں اثبات میں گردن ہلا دی۔ "یہی میری کمزوری ہے۔" وہ بولا۔

"اور جب آپ مدہوش ہو کر پڑ رہتے ہوں گے، تو پلانٹ ریورس چلا دیا جاتا ہوگا۔" خان نے کہا۔ "کیا اسے ایک آدمی چلا سکتا ہے؟" اس نے اس سے پوچھا۔

"ہاں۔ اس میں کوئی قباحت نہیں۔ ایک آدمی بھی کافی ہے، بشرطیکہ کام جانتا ہوں۔" جنرل منیجر خود بول اٹھا۔

"وہ اچھی طرح جانتی ہے۔ میں کہہ چکا ہوں کہ مڈل ایسٹ کی آئل کمپنی میں نازی ایجنٹ کی حیثیت سے کام کر چکی ہے۔"

"تب تو پھر اس کی حرکت ہے یہ۔" جنرل منیجر نے ٹھنڈی سانس لی۔ "مگر یہ تیل جاتا کہاں ہوگا؟"

"کیا آپ کی گودی میں باہر کے اسٹیمر وغیرہ رہتے ہیں؟"

"نہیں تو، البتہ ہمارے ٹھیکیدار کے چھوٹے ٹینکوں والے اسٹیمر ضرور رہتے ہیں، جن میں وہ صاف کیے گئے تیل کا کچرہ لے جاتا ہے۔" جنرل منیجر نے بتایا۔

"لیکن ان میں اتنا تیل کہاں آ سکتا ہے؟" جنرل منیجر نے بتایا۔

"ڈکسن کارگو شپنگ ایجنسی کا یہاں سے کوئی تعلق ہے؟"

Akram Allahabadi

"نہیں، ان کے اسٹیمر وغیرہ ہماری گودی کی حد کے باہر کھڑے رہتے ہیں۔ان کا اپنا پلیٹ فارم ہے۔" جنرل منیجر خود ہی بولا۔

"تب پھر یہ مسئلہ بھی حل کیجیے۔ ٹھیکیدار کے اسٹیمر تھوڑا تھوڑا کر کے وہ تیل ڈکسن کے کسی ٹینکر یا اسٹیمروں تک پہنچا دیتے ہوں گے۔اس طرح وہ شاید ایک رات میں کئی بار تیل منتقل کر سکتے ہیں۔"

"ہاں یہ ہو سکتا ہے۔" جنرل منیجر سوچنے لگا۔

"آپ کا ٹھیکیدار کہاں ہے؟" خان نے سوال کیا۔

"پچھلے ایک ہفتے سے وہ نہیں آیا۔ یہاں کام بھی معطل رہا ہے۔" جنرل منیجر نے بتایا۔

"مگر ڈکسن کارگو تو ایک اچھی حیثیت کی مغربی ایجنسی ہے؟"

"دو بڑے ملکوں کے تجارتی مفاد جب آپس میں ٹکرا جاتے ہیں، تو بہت سی خفیہ چالیں چلی جاتی ہیں۔اس کے باوجود کہ وہ بظاہر ایک دوسرے کے گہرے ہمدرد، ہم خیال اور دوست ہوتے ہیں۔" خان نے کہا۔ اور جنرل منیجر گم سم ہو کر سوچ میں پڑا رہ گیا۔

"افسوس تو یہ ہے کہ یہ انکشافات بعد از وقت ہو رہے ہیں، پھر بھی مجرموں کو دامن بچانے نہیں دوں گا۔" خان یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"ان کے لیے کیا کیا جائے؟" جنرل منیجر نے انجینئر کے بارے میں پوچھا۔

"انھیں سر دست اپنی نگرانی میں لوں گا تو بات پھیل جائے گی اور بعض بنتے کام بگڑ سکتے ہیں۔" خان بولا۔

"ٹھیک ہے، میں نگرانی میں رکھوں گا۔" جنرل منیجر انجینئر کو گھورتے ہوئے بولا۔

جب وہ واپس پہنچا تو ڈی سوزا اس کا منتظر تھا۔

"کیا ہوا؟ ڈکسن گرفتار کیا گیا؟"

Akram Allahabadi

"جی نہیں، اس نے خودکشی کر لی۔" ڈی سوزا کے اس جواب پر خان چونک پڑا۔

"خودکشی اور ڈکشن؟ وہ کیسے؟"

"اس کی لاش اس کے بنگلے میں اسی کے کمرے میں چھت سے پھندا ڈال کر لٹکی پائی گئی۔"

"کیا بنگلہ سونا تھا؟"

"رات کے وقت وہاں صرف ایک نوکر ہی رہتا ہے، جو باہر ملازموں کے کوارٹر میں سوتا ہے۔ ویسے ڈکسن اکیلا ہی اس جگہ رہتا تھا۔"

"میں دیکھوں گا اس کی لاش کو، کہاں ہے؟"

"کروز بھیجی گئی ہے، وہیں چلے چلیے۔"

"سمندر کی تہ سے جو لاش ملی ہے وہ کسی وزنی چیز سے باندھ کر ڈالی گئی تھی؟" خان نے ڈی سوزا سے پوچھا۔

"اسی ریڈیو کنٹرول مشین کے ساتھ۔" ڈی سوزا نے بتایا۔ "وہ مشین میں نے یہیں منگوالی ہے۔"

خان اسی وقت تیار ہو گیا، مگر ابھی وہ آفس سے نکل ہی رہا تھا کہ انسپکٹر راج آ پہنچا۔ وہ سلام کر کے اٹینشن ہو گیا۔ "پتا چلا اس ٹھیکیدار کا کچھ؟"

"نو سر، وہ ابھی تک لاپتا ہے۔ شک ہے کہ کہیں شہر چھوڑ کر بھاگ نہ گیا ہو۔" راج نے ادب سے کہا۔

"اور یہ بھی شک ہونا چاہیے کہ دنیا چھوڑ کر نہ چلا گیا ہو کہیں۔"

خان کے اس جواب نے انسپکٹر کو چونکا دیا۔ اور وہ منہ کھولے رہ گیا۔ خان ڈی سوزا کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

شوکت کو رخصت کر کے بالے گودی کے ایک علاقے کے ریسٹورینٹ میں تقریباً دو گھنٹے سے بیٹھا ہوا تھا۔ اسے اپنے کسی فون کا انتظار تھا، جو اسی ریسٹوران کے نمبر پر آنا تھا۔ اس دوران میں وہ خود بھی دو تین بار کہیں فون کر چکا تھا۔ بالآخر گھنٹی بجی اور بار ٹینڈر نے اسے اشارہ کر دیا۔ وہ اٹھ کر فون پر آ گیا۔ دوسری طرف سے رؤف بول رہا تھا۔

"ہاں، کہو رفو بھائی۔"

"تمہارا اندازہ صحیح نکلا، وہ ہوٹل ڈی اسکیر ہی پہنچی ہے، لیکن پچھلے راستے سے اندر گئی ہے۔"

"بس بہت ہے، لیکن تم وہیں رہنا، میں آ رہا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے فون رکھ دیا۔

پھر جب وہ ڈی اسکیر میں داخل ہوا تو رات کے ساڑھے ۹ بج رہے تھے۔ وہ آج بھی اسی بوڑھے میجر کے میک اپ میں تھا اور لاپرواہی سے چلتا ہوا اندر داخل ہو کر ادھر ادھر میزوں پر نظریں دوڑاتا ایک خالی میز کے کنارے بیٹھ گیا۔ بیرا فوراً ہی پاس آ کھڑا ہوا۔

"صرف کافی لاؤ۔" اس نے آرڈر دیا اور بیرا چلا گیا۔

کافی آ گئی اور وہ کافی کی چسکیاں لے لے کر چاروں طرف دیکھتا رہا۔

تقریباً دس بجے جب وہ اکتا کر اٹھنے ہی والا تھا ایک بیرے نے اس کے سامنے پلیٹ میں ایک کاغذ کا پرزہ لا کر رکھ دیا۔ جس پر پنسل سے لکھا تھا، 'ساڑھے ۱۰ بجے مجھ سے ۱۰ پارک اسٹریٹ میں ملو۔'

اس نے وہ پرزہ چپکے سے اٹھا کر توڑ مروڑ کر جیب میں رکھ لیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ بل وہ پہلے ہی ادا کر چکا تھا۔ باہر آ کر وہ سڑک کے کنارے اندھیرے میں چلتا ہوا ایک گلی میں داخل ہو گیا۔ یہاں اس نے جیب سے ریوالور نکال کر چیک کیا اور پھر اسے جیب میں ڈال کر دوبارہ گلی سے نکل کر سامنے ایک چھوٹے سے اوسط درجے کے ہوٹل میں داخل ہو گیا۔ اسے یہ

Akram Allahabadi

درمیانی وقفہ گزارنا مشکل ہو رہا تھا۔ وہ بار بار کلائی کی گھڑی دیکھتا۔ یہاں اس نے صرف ایک چائے پی اور وہ بھی زبردستی حلق سے اتارنی پڑی، ہوٹل میں آنے کی کچھ تو وجہ ہونی ہی چاہیے تھی۔ جب دس بج کر ۲۰ منٹ ہو گئے تو وہ باہر نکل آیا۔ ٹیکسی پکڑنے میں بھی کوئی قباحت نہیں پیش آئی۔

اب وہ ٹیکسی اس کی ہدایت پر پارکر اسٹریٹ کی طرف جا رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

سازش کی جڑ

تقریباً دس منٹ بعد ہی وہ بنگلہ۱۹کے دروازے پر کھڑا کال بیل کا بٹن دبا رہا تھا۔

دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور اسے مس پارکر دکھائی دی۔

"اوہ، تم آ ہی گئے۔" وہ بڑبڑائی اور پیچھے ہٹ گئی۔

وہ جب اندر داخل ہو گیا تو دروازہ دوبارہ بند کر لیا گیا۔ اور وہ اس کی رہنمائی کرنے لگی۔ چند سیڑھیوں کے ایک چبوترے والی محراب سے گزر کر انھیں ایک ہال عبور کرنا پڑا، لیکن بالے نے راستے میں کھڑے ہوئے ان دو آدمیوں کی طرف دھیان تک نہ دیا، جو پستول کمر میں لٹکائے اسے خوفناک نظروں سے گھور رہے تھے۔ اس ہال سے گزر کر وہ ایک شاندار کمرے میں داخل ہوئے، جہاں ایک لمبوتری شکل کا قد آور سفید فام آدمی ان کا منتظر تھا۔ وہ بالے کو دیکھ کر مسکرایا۔

"ہیلو، کرنل۔" وہ خود ہی آگے بڑھا۔

"ہیلو، کرنل۔" بالے بے تکلفی سے یہ کہتا ہوا اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"تو تم میری شخصیت سے واقف ہو گئے۔" وہ مسکراتا ہوا اس کے سامنے بیٹھ کر کہنے لگا۔

"نہ صرف شخصیت، بلکہ تمہارے پورے پلان سے۔ ڈکسن کو میں نے بہت پہلے ہی ٹوک دیا تھا، لیکن شاید بات تم تک نہیں پہنچی۔"

"پہنچی تو تھی، لیکن میں نے ضروری نہیں سمجھا کہ تمہیں جواب دیا جائے۔ ہم قانون کی حدود میں رہ کر کام کر رہے تھے۔"

"بہت خوب۔ اس بیچارے کلرک کا خون کرا دینا، آئل کمپنی کے مینیجر کو ریڈیو کنٹرول

سے بلو اپ کر کے دس بیس جانیں لے ڈالنا، ڈی کاسٹو جیسے وفادار کو سمندر میں پھنکوا دینا، ٹھیکیدار جیسے الّو کو ختم کرا کے عیسائیوں کے قبرستان میں دفن کروا دینا، ڈکسن کا گلا گھونٹوا کر خودکشی کا بہانہ کرا دینا، یہ سب قانونی کام ہی تو ہیں۔"

"تم تو بہت کچھ جانتے ہو۔" وہ ایک خوفناک قہقہہ مار کر ہنسا۔

"لیکن میں ڈکسن نہیں ہوں۔" بالے نے اپنا لہجہ اور کرخت بنا لیا اور وہ آدمی سنجیدہ ہو گیا۔

"تم کوئی بھی ہو، لیکن میرے خلاف تم یا پولیس کا قانون ایک انچ بھی حرکت نہیں کر سکتا۔ براہِ راست میرا ان چیزوں سے کوئی واسطہ نہیں رہا ہے۔"

"حالانکہ سب کچھ تمہارے اشارے پر ہوا ہے۔"

"ہاں، میرے ہی اشارے پر ہوا ہے، پھر؟" اس کا لہجہ خوفناک ہو گیا۔

"پھر میرا حصہ۔"

"کمال ہے، کرنل وارڈ کو کرنل وارڈ سے ہی حصہ چاہیے۔" وہ قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"کیا مطلب؟" بالے چونکا، اس کا ہاتھ فوراً جیب کی طرف چلا گیا۔

"دنیا میں بیک وقت دو کرنل وارڈ نہیں ہو سکتے، سارجنٹ۔ اور میں نے تو تمہیں اپنی شکل دکھا کر تمہاری ایک دیرینہ آرزو پوری کی ہے۔" وہ بولا۔ "پستول نکالنے کی کوشش نہ کرو اور پیچھے دیکھو، دو ریوالوروں کی نالیں تمہارا نشانہ لیے ہوئے ہیں۔"

بالے نے دیکھا، واقعی وہ اکڑ میں پھنس چکا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"تمہیں جس نے کرنل وارڈ کی اے۔ بی۔ سی۔ ڈی۔ بتائی ہے وہ خود جانتا ہے کہ وارڈ کون ہے۔ تم نے پہلے پہل ڈکسن کو کرنل وارڈ بن کر بلیک میل کرنے کا ڈھونگ رچایا تو میں نے کا وہوائے گیم کھیلنے والے امریکن بچوں کے جتنی ہی اہمیت دی۔ پھر تم لڑکی یا مس پارکر کو اٹھا لے گئے اور میں نے تمہیں تمہاری حماقتوں میں الجھا رہنے دیا، لیکن ہاں تمہاری سراغ رسانی

Akram Allahabadi

کی تعریف ضرور کروں گا کہ تم مجھ تک پہنچ گئے۔"

"میں تم تک پہنچا ہوں اور تم اپنے انجام تک پہنچو گے۔"

"خوب، کیا میں نے کہا نہیں کہ مجھ پر تمہارا کوئی قانون ایک جرم بھی ثابت نہیں کرسکتا۔ وارڈ کچی گولیاں نہیں کھیلا ہے۔ تم نے جیب میں جو پاکٹ ریکارڈر رکھ رکھا ہے وہ ادھر پھینک دو۔" اس کے ان الفاظ نے بالے کو چونکا دیا۔ واقعی پاکٹ ریکارڈر اس کی جیب میں تھا۔ پستول کے سامنے اسے تعمیل کرنی پڑی۔

"اور اب تم مل چکے ماکرنل وارڈ سے۔" یہ کہہ کر وہ اپنے ایک آدمی کی طرف پلٹا۔

"سارجنٹ کو بھی ڈکسن کے پاس پہنچا دو۔" اس کا لہجہ خوفناک ہو گیا۔

بالے نے محسوس کیا کہ وہ اس وقت بالکل بے بس ہے۔ دو دو پستول اس کی طرف تنے ہوئے تھے اور ذرا ہاتھ ہلانے کا مطلب تھا موت۔

"تمہیں معلوم ہے کہ میں پولیس کی نوکری سے استعفا دے چکا ہوں۔" بالے نے بات گھمانی چاہی۔

"اور پھر بھی سراغ رسانی کرتے پھر رہے ہو۔" وہ بولا۔

"اپنی بے عزتی کا انتقام لینے کے لیے۔"

"تمہارا انتقام تو ڈکسن کی موت سے ہی ختم ہو گیا ہوتا۔"

"بہر حال اسی سلسلے میں یہاں تک پہنچ گیا۔"

"سارجنٹ، تم اپنے افسروں کو دھوکا دے سکتے ہو، مگر کرنل وارڈ کو نہیں۔ بظاہر استعفا دے کر تم سپرنٹنڈنٹ خان کے لیے ہی کام کرتے ہو اور تمہارا فیصلہ کرنے کے بعد میں اسے بھی تمہارے ہی پاس پہنچا دوں گا۔" یہ کہہ کر اس نے دوبارہ اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اور ان میں سے ایک نے جیسے ہی بالے کے سینے کا نشانہ لے کر فائر کیا، بالے اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا اور گولی دیوار پر پڑی۔ ٹھیک اسی وقت ایک فائر اور ہوا اور گولی اس آدمی کے ہاتھ پر پڑی۔ وہ

Akram Allahabadi

باز وتھام کر وہیں لڑھک گیا۔

"خبردار جو کسی نے حرکت کی۔" بالے کو خان کی آواز سنائی دی۔

"پستول پھینک دو۔" اس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔" بالے، کرنل کی بھی تلاشی لو۔" خان نے ہدایت کی، مگر بالے جیسے ہی کرنل کے قریب پہنچا، کرنل نے بڑی پھرتی سے اسے خان کی طرف دھکیل دیا اور خود چھلانگ لگا کر صوفے کی آڑ میں ہو گیا۔ بالے نے بھی بھاگ کر ایک کرسی کی آڑ لے لی۔ اور سناٹے میں فائرنگ کی آوازیں دور دور تک گونجنے لگیں۔

اچانک کرنل وارڈ کے پستول کی ایک گولی کمرے کی روشنی پر پڑی اور بلب کے ٹوٹتے ہی کمرے میں اندھیرا ہو گیا۔ خان نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ عقبی کھڑکی سے ہی جلدی میں کود سکتا ہے اور اس طرف پہلے سے انتظام موجود تھا۔ کرنل کے باہر کودتے ہی ایک فائر ہوا اور وہ وہیں گر پڑا۔

کچھ دیر بعد وہ کرنل اور مس پارکر کے علاوہ تین دوسرے قیدیوں کے ساتھ لے کر گاڑی میں لوٹ رہے تھے۔

"آپ کیسے پہنچ گئے یہاں؟"

"بہت سی خبروں سے اس نتیجے پر پہنچ کر۔ ڈکسن خود لیڈر نہ تھا، لیڈر کوئی اور ہے جو یا تو خود کرنل وارڈ ہو گا یا پھر اس جیسی ہی کوئی پراسرار شخصیت۔ بہر حال اسے اشتعال دلا کر یا محض باتوں ہی باتوں میں سامنے لانے کی کوشش میں نے تمہیں کرنل کا میک اپ دلایا اور خود دور سے اسٹیڈی کرنے لگا۔ مجھے شروع سے ہی شک ہو گیا تھا کہ کوئی مخالف طاقت آئل کمپنی کو پبلک اور حکومت کی نظر سے گرانے کی سازش کر رہی ہے۔ اور اسی لیے میں نے اسے اور مغالطہ دینے کی خاطر پریس کے ذریعے آئل کمپنی کے خلاف پروپیگنڈہ کروایا تھا۔ میں جانتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح وہ سامنے آئے گا ہی اور وہی ہوا۔"

"مگر آپ کو اس کا سراغ کیسے ملا؟" بالے نے پوچھا۔

Akram Allahabadi

''ریڈیو کنٹرول مشین سے جو پانی سے برآمد ہوئی ہے۔اس پر جے۔سی۔کی پلیٹ لگی ہوئی ہے اور یہ صحیح ہے کہ جیمس کارپوریشن نام کے ایک مغربی پرائیوٹ ادارے نے مرکزی حکومت کو زیادہ رعایتوں کے ساتھ آئل ریفائنری ہندوستان میں قائم کرنے کی پیشکش کی تھی، مگر یہ بات اول تو سرکاری طور پر راز میں رکھی گئی تھی، دوسرے اتنی پرانی بات ہے کہ اس کی طرف کسی کا دھیان بھی نہ جاتا۔'' خان کار ڈرائیو کرتے ہوئے اسے بتاتا گیا۔

''تو گویا ساری سازشیں اس آئل کمپنی کو ناکام بنا کر اپنی دال گلانے کے لیے انھوں نے کی تھیں۔''

''میرا خیال ہے کرنل وارڈ کو انھوں نے اسی خطرناک کام کے لیے یہاں بھیجا ہوگا، لیکن یہاں وہ بلیک مارکیٹ کے بزنس میں بھی حصے دار بن گیا۔

''یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ کرنل وارڈ ہی تھا؟''

''ایسا ہی ایک واقعہ جنگِ عظیم کے آغاز میں عراق پیٹرولیم کے ساتھ بھی ہو چکا تھا اور وہ پورا پلان اسی کرنل وارڈ کا منظم کردہ تھا۔جس میں مس پارکر بھی، جس کا اصل نام لزلی ہے، شریک تھی، میں نے ملٹری ریکارڈ آفس سے بین الاقوامی جنگی مجرموں کی تصاویر کے البم میں اس کی تصویر چیک کرائی تھی اور تب ہی سے مجھے یقین ہو گیا تھا کہ اس سازش کی پشت پر بھی کرنل وارڈ ہے۔پہلے مجھے ڈکسن پر بھی شبہ ہوا تھا، مگر جب شیری نے قبولا کہ ڈکسن خود کسی سے آرڈر لیتا ہے تو یہ خیال بدل گیا۔ڈکسن پہلے سے اس سازش میں شریک نہیں تھا۔وہ تو ان کی گرانقدر چور بازاری کے بزنس کے لالچ میں ان کا شریک ہوا تھا اور اس کی وجہ سے وہ ٹھیکیدار بھی ان سے مل گیا لزلی آئل کمپنی کے پمپنگ اسٹیشن کے انجینیر کو اپنے دامِ محبت میں گرفتار کر کے اسے شراب میں راتوں کو بیہوش کر کے ڈپو کی ٹنکیوں سے تیل واپس ٹھیکیدار کے چھوٹے اسٹیمروں میں پمپ کراتی رہی۔جہاں سے وہ تیل ڈکسن کے چھوٹے ٹینکروں اور اسٹیمروں تک پہنچتا تھا اور وہ اسے اپنے چور بازاری کے ذخیرہ گاہوں تک پہنچا دیتا۔''

Akram Allahabadi

"تو پھر ان لوگوں نے اس بڑے ٹینکر کو تباہ کیوں کر دیا؟"

"انھیں بیک وقت اتنے بڑے ذخیرے کو غائب کرنے کو موقع نہ ملتا اور یہ تیل اسٹور بھی نہیں کیا جاتا تھا۔ اسے دوسرے دن ہی بازاروں میں تقسیم کیا جانے والا تھا، جس سے ان کا بلیک کا بزنس ختم ہو جاتا۔" خان نے بتایا۔

"لیکن آپ میگی تک کیسے پہنچے، میرا مطلب ہے کرنل وارڈ تک آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ یہی شخصیت ہے؟"

"میں نے سہ پہر کو محکمہ کسٹم کے ریکارڈز سے یہ معلوم کیا تھا کہ جیمس کارپوریشن کا سامان کن کن فرموں کے نام آتا تھا اور خصوصاً وائرلیس کا سامان یہاں کس نے منگایا تھا۔ اور اسی سے مجھے پتا چلا کہ میکفن الیکٹرانکس نامی فرم ہی ایسی فرم تھی جس نے اس سے وائرلیس کے سامان منگوائے تھے۔ میں نے اسے تلاش کیا تو ولال اسٹریٹ کے گنجان کاروباری علاقے کی ایک چار منزلہ عمارت کے چوتھے منزلے پر ایک کونے میں اس کا ایک چھوٹا سا دفتر ملا، جس کی حیثیت دیکھ کر یہ کہنا ہی مشکل تھا کہ یہ فرم کوئی بڑا کاروبار کرتی ہوگی۔ اس دفتر سے ملے ہوئے ایک دوسری ہندوستانی فرم کے دفتر کے چپراسی کو انعام دے کر میں نے معلوم کرلیا کہ اس کمپنی کا بڑا صاحب، جو کبھی کبھی دفتر آتا ہے، پارک اسٹریٹ میں رہتا ہے، کیونکہ اتفاق سے اس چپراسی کے مالک کی رہائش گاہ بھی اسی اسٹریٹ میں ہے اور اس نے اکثر میگی یا میکفن یا اصل حیثیت میں کرنل وارڈ کو وہاں بنگلہ ۱۰ سے نکلتے دیکھا تھا۔ وہاں میں نے آس پاس کے کچھ لوگوں کو جب ڈکسن کی تصویر دکھائی تو انھوں نے بھی یہ تسلیم کیا کہ اس شکل و صورت کا ایک آدمی کبھی کبھی دس نمبر بنگلے میں آتا تھا۔ بس میرے لیے اتنا ہی کافی تھا۔"

"گویا ان کمبختوں نے ایک تیر سے تین شکار کھیلے ہیں۔" بالے بولا۔

"کون کون سے؟"

"نیشنل اسٹینڈرڈ آئل کمپنی کو بدنام کرانا، تیل کی چور بازاری سے لاکھوں کا منافع

کماتا اور نیشنل آئل کمپنی کو مردو قرار دلا کر جیمس کارپوریشن کو اس کی جگہ دلاتا۔"

"ٹھیک ہے، تمہاری کھوپڑی کسی کام کے لائق ہو رہی ہے۔"

"فائدہ ہی کیا، مابدولت تو اب استعفا دے چکے ہیں؟"

"ڈی سی پی کو اپنی غلط فہمی کا افسوس ہے۔ ان کا حکم ہے کہ تم جہاں بھی ہو، تمہیں باندھ کر لایا جائے۔"

"کیوں؟ باندھ کر کیوں؟"

"گدھے تمہارا استعفا در حقیقت پھاڑ کر ردی کی ٹوکری میں پھینکا جا چکا تھا اور اب تم سے اتنے دنوں کی غیر حاضری کا جواب طلب کیا جائے گا۔"

"چہ خش۔ یانی کرا لٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔"

"چور نہیں، کوتوال ڈانٹ رہا ہے، بیٹے۔"

"اور اگر میں نہ جاؤں واپس؟"

"تمہیں شاید معلوم نہیں کہ یہ پورا کیس تمہارے نام سے پولیس ریکارڈ میں جا رہا ہے اور اسی پر سی پی نے بڑے شاندار الفاظ میں تمہارے لیے انعام اور ترقی کی سفارش کی ہے۔" خان نے بتایا۔

"آپ نے شوکت کو مفت میں زمین کھودنے پر مجبور کر دیا۔ وہ بیر بک رہا تھا۔"

"اس سے کہنا کہ سوفٹ گہرائی تک کھودے گا تو اس میں سے ایک طلسمی گیند نکلے گی جس کے اندر ایک سبز پری بند ہے، جو دنیا کی تمام لڑکیوں سے زیادہ حسین ہے۔۔۔ چھوڑ کر اس سے شادی کر لے۔" خان نے مسکرا کر کہا۔

"تب تو وہ سارا شہر کھود ڈالے گا، کمبخت۔"

دونوں ہنسنے لگے۔ مگر بالے کی ہنسی کو پھر بریک لگ گیا۔ "کیا تمام لوگ گرفتار ہو گئے؟"

Akram Allahabadi

"ہاں۔ سر دست میگفن اور ڈکشن کی فرموں کے عملے کو بھی حراست میں لے لیا گیا ہے۔"

"پبلک کو تیل تو ملے گا اب ______ اور سلویا کا کیا حشر ہوا؟"

"شیری نے قبول دیا ہے کہ جس رات ٹھیکیدار کو افشائے راز کے ڈر سے ختم کر کے عیسائیوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا تھا، اسی رات کوڈی کاسٹو نے اسے اپنی بیوی کے پاس بھیج دیا تھا۔ حالانکہ اس نے ڈکسن سے جھوٹ بولا تھا۔"

"تو کیا واقعی وہ اس کی بہن تھی؟"

"نہیں۔ وہ اصل میں اس کی سالی ہے اور ڈی کاسٹو کی وجہ سے ہی اس غلط راستے پر پڑ گئی تھی۔ بہر حال ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ اس لیے اگر ایک جوان لڑکی کو سنبھل جانے کا موقع ملتا ہے تو اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے۔"

"شوکت نے میری جان عذاب میں کر رکھی ہے۔"

"کیوں؟"

"گدھے کو شک ہو گیا ہے کہ میں اس کی پری بیگم میں دلچسپی لے رہا ہوں اور وہ بھی مجھے گلفام سمجھ بیٹھی ہے۔"

"یہ تم لوگوں کی حماقتیں تم جانو۔"

"کوئی مشورہ تو دیجیے آخر۔"

"وہ اس سے شادی کیوں نہیں کر لیتا۔ ہر جگہ دل پھینکتا پھرتا ہے۔"

"اس لیے کہ وہ اسے بیوقوف سمجھتی ہے۔"

"تو اسے مشورہ دو کہ گلے میں ایک تختی لٹکا لے، جس پر لکھا ہو' میں بیوقوف نہیں ہوں'۔"

بات یہیں تک پہنچی تھی کہ وہ پولیس ہیڈ کوارٹرز پہنچ گئے اور خان قیدیوں کوڈی سوزا

کے حوالے کر کے اپنے آفس میں پہنچا تو شوکت کو وہاں اپنا انتظار کرتے دیکھ کر چونک پڑا۔ شوکت گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔

"کیا بات ہے، شوکت میاں؟" خان نے اسے آج 'شوکت میاں' جیسے پیار بھرے الفاظ سے خطاب کیا اور شوکت کا بگڑا ہوا موڈ ایک دم بدل گیا۔

"میں بالے بھائی کی شکایت کرنے آیا ہوں۔" شوکت نے چیختے ہوئے کہا۔

"اگر وہ شکایت کسی لڑکی کے بارے میں ہے تو تمھیں یہ سن کر خوشی ہوگی کہ وہ برہمچاری ہو گیا ہے۔"

"کیا...؟ یانی سادھو ہو گئے ہیں؟" شوکت حیرت سے بولا۔

"یوں ہی سمجھ لو۔" خان ہنسنے لگا۔

"تب تو بھوت اچھا ہوا۔ اب وہ سالی اس سے شادی نہیں کر سکتی۔ میں ابھی جا کر خوش خبری سناتا ہوں بڈھے کو۔"

یہ کہتا ہوا وہ پلٹ ہی رہا تھا کہ دروازے پر اسے بالے نظر آ گیا۔

"نمستے، برہمچاری جی۔" شوکت نے دونوں ہاتھ جوڑ کر اسے نمستے کی اور دانت دکھا دیے۔

"ارے... اسے کیا ہو گیا ہے؟" بالے نے حیرت سے منہ کھول دیا، مگر شوکت کسی کو خوش خبری سنانے جا چکا تھا اور خان کا قہقہہ کمرے میں گونج رہا تھا۔

☆☆☆ **ختم شد** ☆☆☆

Akram Allahabadi